

موجودہ آرہتی نظام کی خرابی کے بیان
اور اس کے حل پر لکھی جانے والی پہلی اور جدید تحقیق

آرہتی نظام کی خرابی اور اس کا حل

از قلم

استاذ العلماء مفتی ضمیر احمد مرتضائی حفظہ اللہ تعالیٰ

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

متخصص فی الفقہ الاسلامی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

مسلم کتابوی لاہور

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (النساء: ۲۹)
”اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کے مالوں کو ناحق طریقے سے نہ کھاؤ۔“

موجودہ آڑھتی نظام کی خرابی کے بیان
اور اس کے حل پر لکھی جانے والی پہلی اور جدید تحقیق

موسوم بہ

آڑھتی نظام کی خرابی اور اس کا حل

قرآن و حدیث اور ائمہ محدثین و فقہاء کرام کی تشریحات کی روشنی میں
آڑھتی نظام کی خرابی کی وجوہات کے ساتھ ساتھ موجودہ صورت میں ہی
اس کا ممکنہ حل بھی بیان کیا گیا ہے

از قلم
استاذ العلماء مفتی ضمیر احمد مرتضائی حفظہ اللہ تعالیٰ

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
متخصص فی الفقہ الاسلامی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

مسلم کتابوی

در بار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور 042-37225605

Email: muslimkitabevi@gmail.com

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

انتساب

حضور شیخ المشائخ، محقق و مدقق، مناظر اسلام، امام العاشقین، برہان الواصلین
حضرت خواجہ عالم

پیر غلام مرتضیٰ طائی الرسول ﷺ

اور ان کے تحت جگر، نورِ نظر، حاملِ علم لدنی، مادرِ زاد ولی اللہ، مرجع، مناظر اسلام
شیخ الفقہاء والمحدثین، اشاذ العلماء
فضیلۃ الشیخ حضرت خواجہ عالم

پیر نور محمد مرتضیٰ طائی الرسول ﷺ

اور ان کے خلف الرشید، شاگرد حمید، علوم مرتضائیہ کے امین پروردہ آغوش ولایت
حضور فضیلۃ الشیخ قبلہ جہاں حضرت علامہ و مولانا

میاں غدیر احمد نقشبندی مرتضیٰ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

کے نام

جن کی نظر عنایت اور فیضانِ کامل سے اس ادنیٰ خاکسار کو
دینِ متین کی خدمت کا موقع میسر آیا۔

(والحمد لله على ذلك)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب :	آزہتی نظام کی خرابی اور اس کا حل
از قلم :	مفتی ضمیر احمد مرتضائی مدظلہ العالی
کمپوزنگ :	عبدالرحمن انور
صفحات :	72
سال اشاعت :	محرم الحرام ۱۴۳۶ھ مطابق 2014ء
پرنٹرز :	یاسر پرنٹرز بلال گنج لاہور
تعداد :	گیارہ صد
ناشر :	مسلم کتابوی لاہور
قیمت :	70/- روپے

ملنے کے پتے

والضحیٰ پبلشرز، دربار مارکیٹ، لاہور
مسلم کتابوی، گنج بخش روڈ، دربار مارکیٹ، لاہور
مکتبہ مرتضائیہ قلعہ شریف ڈاکھانہ ناظر لہانہ تحصیل شرقیہ ضلع شیخوپورہ
دارالنور، پکاشید روڈ، لاہور
نظامیہ کتاب گھر، اردو بازار لاہور
نعمیہ بک سٹال، اردو بازار لاہور
مکتبہ المہنت، جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

فہرست

صفحات

- ۱۰ ابتدائیہ ❀
- ۱۲ استفتاء ❀
- ۴۱ اجمالی جواب ❀
- ۱۵ تفصیلی جواب ❀
- ۱۵ قرآن مجید میں خرید و فروخت کا بیان ثمن (ریٹ) کی صراحت کیساتھ ❀
- ۱۶ حقیقت بیع بغتہ عرب سے ❀
- ۱۷ قانون خداوندی کے مطابق خرید و فروخت ”بیع“ و تجارت ہے اور اس کے علاوہ سود کی طرح ہے ❀
- ۱۸ خرید و فروخت میں ریٹ کی تعیین اور احادیث مبارکہ ❀
- ۱۹ محدث احمد علی سہارنپوری علیہ الرحمہ کا حاشیہ بخاری میں کلام ❀
- ۲۰ دوسری حدیث شریف ❀
- ۲۲ تیسری حدیث شریف ❀
- ۲۳ چوتھی حدیث شریف ❀
- ۲۳ امام ترمذی علیہ الرحمہ کا اس حدیث مبارک پر کلام ❀
- ۲۴ شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا اس حدیث مبارک پر کلام ❀
- ۲۵ عدم تعیین کی صورت میں بیع نہیں، اگر اسے حبیہ مانا جائے تو پھر حکم؟ ❀

احدء

بندہ اس کاوش کو اپنے والدین اور تمام اساتذہ کے لیے ہدیہ تبریک پیش کرتا ہے۔

خصوصاً

استاذ العلماء فقیہ کبیر شیخ الفقہ والحدیث مرجع الفضلاء، فخر المدرسین

حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالعلیم سیالوی حفظہ اللہ تعالیٰ دامت برکاتہم العالیہ

صدر مدرس و شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

اور

جامع المعقول والمنقول استاذ العلماء شیخ الحدیث والتفسیر حافظ الملتہ والدین

حافظ عبدالسار سعیدی صاحب دامت برکاتہم العالیہ

(شیخ الحدیث و ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور)

گر قبول افتد زہے عرو شرف

فہر

ضمیمہ احمد سر تنصافی غفرلہ الباری

آزمونی نظام کی خرابی اور اس کا حل

- ۱: حصہ میں قیمت کی زیادتی سے بھی رجوع ختم ہو جاتا ہے ۲۶
- ۲: حصہ میں واہب کی موت سے بھی رجوع ختم ہو جاتا ہے۔ ۲۷
- ۳: حصہ کا موهوبہ لڑکی ملکیت سے نکلنا بھی رجوع ختم کر دیتا ہے ۲۷
- ۴: مال موهوبہ کی ہلاکت سے رجوع ختم ہو جاتا ہے ۲۸
- اگر اسے قرضہ مانا جائے تو اس دن کی قیمت کا اعتبار ہوگا جس دن قبضہ کیا تھا ۲۸
- قرض میں مقصد نفع لینا ہو تو یہ سود ہے۔ ۲۹
- اگر اسے امانت تسلیم کیا جائے تو امانت میں تصرف ناجائز اور ۲۹
- مال کی ہلاکت پر تاوان نہیں آئے گا
- فقہاء کرام اور ریٹ کی تعیین کرنے کے بارے حکم ۳۰
- امام قدوری علیہ الرحمہ کا قول ۳۰
- صاحب الجوهرة النیرہ کی وضاحت ۳۱
- صاحب ہدایہ علیہ الرحمہ کی اس عبارت پر وضاحت ۳۲
- ”معروفیہ القدر“ کی وضاحت علامہ ابن ہمام علیہ الرحمہ کے قلم سے ۳۲
- امام محمد علیہ الرحمہ کا قول ۳۲
- صاحب ہدایہ علیہ الرحمہ کی اس عبارت پر وضاحت ۳۳
- فتاویٰ عالمگیری سے مسئلہ کی وضاحت ۳۴
- ریٹ ذکر نہ کیا تو بیع فاسد ہے (عالمگیری) ۳۶
- ریٹ ذکر نہ کیا تو بیع فاسد ہے (المتن فی الفتاویٰ) ۳۶
- ریٹ ذکر نہ کیا تو بیع فاسد ہے (غزالیہ الفقہ) ۳۶

آزمونی نظام کی خرابی اور اس کا حل

- سودے اور ریٹ کی پہچان ضروری ہے (کنز الدقائق) ۳۷
- اس عبارت کی وضاحت علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ سے ۳۷
- اس عبارت کی وضاحت علامہ زیلعی علیہ الرحمہ کے قلم سے ۳۷
- اس عبارت کی وضاحت علامہ ابن نجیم مصری سے ۳۸
- ریٹ کا علم نہ ہوا اور مجلس عقد ختم ہو گئی تو فساد پختہ ہو گیا (علامہ کاسانی) ۳۹
- صورت مسئلہ کی ایک جزئی کی وضاحت صاحب بحر الرائق سے ۴۰
- صورت مسئلہ کی ایک جزئی کی وضاحت صاحب رد المحتار سے
- صورت مسئلہ کی ایک جزئی کی وضاحت تقریرات رافعی سے
- بیع فاسد کبھی قبضہ سے ملکیت کا فائدہ نہیں دیتی ۴۱
- فتاویٰ خیریہ سے ایک جزئیہ کہ بیع و ثمن کی جہالت سے بیع فاسد ۴۱
- اور قیمت قبضہ والے دن کے اعتبار سے لازم ہے
- فتاویٰ ابن نجیم سے ایک جزئیہ کا بیان کہ وکالت کی صورت ۴۲
- میں ریٹ ذکر نہ کیا تو مال کی ہلاکت کی صورت میں ان پر تاوان نہیں ہے
- بیع میں مدت مجہول ہونے کے بارے حکم ۴۳
- عرف کی دو قسمیں ہیں خاص و عام اور ان کی تعریفیں ۴۴
- تعامل عام کی تعریف ۴۵
- حرج کا اعتبار نص نہ ہونے کی صورت میں ہے ۴۶
- خلاف نص عموم بلوی غیر معتبر ہے ۴۶
- خلاف نص عرف غیر معتبر ہے ۴۷

آزہتی نظام کی خرابی اور اس کا حل

- ۶۳ • اجارہ فاسدہ میں مثلی اجرت لازم ہوتی ہے
- ۶۳ • اجارہ فاسدہ کو اجارہ صحیحہ میں بدلنے کا علامہ شامی علیہ الرحمہ سے ایک حیلہ کا بیان
- ۶۴ • مباحات میں توکیل ناجائز ہے
- ۶۵ • موجودہ آزہتی نظام میں اجارہ فاسدہ کو اجارہ صحیحہ میں بدلنے کا حیلہ و طریقہ
- ۶۸ • مسئلہ صورت میں آزہتی نظام کی خرابی کا پہلا حل
- ۶۸ • اس خرابی کا دوسرا حل
- ۷۰ • دارالافتاء جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور کے اس فتویٰ پر تصدیق و مہر
- ۷۱ • کلمات دعائیہ

آزہتی نظام کی خرابی اور اس کا حل

- ۴۸ • صورت مسئلہ کا عرف خاص ہے اور خلاف نص ہونے کی وجہ سے غیر معتبر ہے
- ۴۹ • کرنسی اور ریٹ میں عرف عملی معتبر نہیں ہوتا بلکہ عرف قولی معتبر ہے
- ۴۹ • بیع فاسد کا حکم صاحب ہدایہ علیہ الرحمہ کے قلم سے
- ۵۰ • بیع فاسد کا حکم فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے قلم سے
- ۵۱ • صورت مسئلہ کے بارے فتاویٰ رضویہ سے دو فتاویٰ کا خلاصہ
- ۵۱ • فاسد و باطل میں فرق (فتاویٰ رضویہ سے)
- ۵۲ • فاسد و باطل میں فرق (ہدایہ شریف سے)
- ۵۵ • صورت مسئلہ میں فراوانی عقد میں اگرچہ نہیں لیکن اسے فسخ کرنا ضروری ہے
- ۵۵ • ایسی بیع برقرار رکھنا حرام ہے
- ۵۶ • اس مسئلہ میں آزہتی نظام کی خرابی کے تین حل
- ۵۹ • حکم خداوندی کو بجالانے کے حیلے قرآن و حدیث سے
- ۶۰ • دارالافتاء جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور اور جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور کی فتویٰ پر تصدیق و مہر و دستخط
- ۶۱ • آزہتی نظام کی خرابی کا ایک اور سوال
- ۶۲ • آزہتی کیلئے کمیشن میں مثلی اجرت جاتو ہے طے کر دیکھنا حرام ہے
- ۶۳ • اجارہ میں مقصود عین شئی کے نفع کی ملکیت ہوتی ہے عین ذات کا اجارہ نہیں

ابتدائیہ

اللہ تبارک و تعالیٰ نے ہر مسلمان کیلئے حلال و حرام کو بیان فرمایا دیا ہے۔ اب ہمیں اس بات کا فیصلہ کرنا ہے کہ ہم نے کس راہ پر چلنا ہے۔ اللہ تعالیٰ رزق حلال ہی عطا فرماتا ہے آگے ہم اسے اپنے عمل سے حرام کر لیتے ہیں۔ رزق حلال کے لقمہ سے ہی انسان مستجاب الدعوات بنتا ہے۔ علم دین اس کا مقدر ہو جاتا ہے بارونق اور خوش و خرم زندگی اس کیلئے محبتوں کا پیغام الٰہی ہے۔ حمد و کینہ کی لعنت سے رزق میں کمی، بیماری اور علم دین کی نعمت سے محرومی سب حرام کھانے کی نحوست ہے۔ آج کل لوگ ایک عام پریشانی میں نظر آتے ہیں اور ہر دوسرا تیسرا بندہ اس بیماری اور لعنت میں مبتلا دکھائی دیتا ہے۔ جسے ”جادو“ کہتے ہیں۔ حلال رزق کھانے والے پر جادو اور اس طرح کے دوسرے مصائب اسکی ابدی زندگی کو بڑھانے اور قبر و حشر کی سختیوں کو دور کرنے اور جنت میں بلند درجہ عطا کرنے کیلئے ہوتا ہے۔ ورنہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ جادو کا ٹھکانہ حرام کمائی کرنے والوں کے گھر ہی بنا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو خرید و فروخت کا دستور بتایا ہمیں انہیں طریقوں اور اصولوں پر اپنی معیشت کے نظام کو چلانا ہوگا۔ ایک بزرگ فرمایا کرتے تھے۔ ”ہمیں بس شریعت کے راستوں پر چلتے رہنا چاہیے خواہ وہ بات ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے کیونکہ یہ بات سچی ہے کہ دین اسلام دین فطرت ہے۔ اس کی ہر بات سمجھ آ سکتی ہے لیکن ہر بات ہر سمجھ میں نہیں آ سکتی۔“ آج سودی کاروبار کونت نئے ناموں سے پیش کیا جا رہا ہے۔

بڑے بڑے تجزیہ نگار پرنٹ اور الیکٹرونک میڈیا پر عقلی باتوں سے لوگوں کو سود اور

سنا کر سادہ لوح افراد کیلئے سود کھانے اور ناجائز کاروبار کی راہیں ہموار کر رہا ہوتا ہے اور کوئی لکی کھٹی بولی کھٹی اور لکی جھیر کھٹی ایسے حرام تجارتی کمیٹیوں سے مسلمانوں کو سہولت فراہم کرنے کی ناکام کوشش میں ہوتا ہے۔ بس آج دور خود کو محفوظ رکھنے اور اپنے دین اسلام کو قبر تک سنبھال کر لے جانے کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنا نظام معیشت شرعی قوانین کے مطابق ڈھالنے کی توفیق دے اور اس آزمتی نظام کے مسئلہ میں حلال کھانے کا جو بھی طریقہ بتایا گیا ہے اس پر عمل پیرا ہونے کی توفیق دے نیتوں میں جو بھی ہوشریعت کا حکم ظاہر پر لگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ظاہر و باطن دین مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فرما دے۔

آمین بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم

فقط

ابو الحسن محمد

الشہید

ضمیمہ احمد مرتضائی غفرلہ الباری

الجواب

الحمد لله الذي كرم على المومنين بשרاء أنفسهم وأموالهم
بعوض الجنة والصلوة والسلام أجلا وعاجلا على النبي الذي دعانا
بالرحمة وعلى آله واصحابه الذين قاموا بضرة الدين القائمة وعلى الأئمة
المجتهدين الباقيين إلى أجلٍ مسَّي من الأمة المسلمة
أما بعد، فيا خسارة نفسى في تجارتها
لم تشتتر الدين بالدنيا وَلَمْ تَسْمِ

ومن يبيع أجلا منه بعاجله
يبين له الغبن في بيع وفي سلم

(بوصیری علیہ الرحمہ)



اللہ تعالیٰ کا صد ہا شکر ہے کہ معاملات میں حق کو سمجھنے والے لوگ آج بھی موجود ہیں اور
محبت رسول ﷺ میں علم علماء اور سچے لوگوں کا دامن تھامتے ہوئے بندہ ناچیز کو اللہ تعالیٰ مسئلہ
لکھنے کی توفیق حق عطا فرمائے۔ آمین

صورت مسئلہ کا اجمالی جواب یہ ہے کہ ایسی خرید و فروخت درست نہیں جس میں ریٹ
وقتی طور پر طے نہ کیا جائے اگر ایسی خرید و فروخت کر لی ہے تو اسے فسخ کرنا ضروری ہے کیونکہ
یہ بیع فاسد ہے اگرچہ ریٹ کی تعیین مجلس کے مکمل ہونے کے بعد کر لی ہو بہر حال اس بیع کا
فساد بالا جماع متقرر ہو گیا ہے اب فسخ بیع سے ہی یہ فساد اٹھے گا۔ اگر ریٹ طے کر لیا ہے لیکن

بیع کرتے وقت پیسے ادا کرنے کی مدت مجہول رکھی تو بھالت کثیر سے وہ خرید و فروخت بھی
فاسد ہوتی ہے، اور جو عرف آپ نے سوال میں بتایا یہ عرف حجت نہیں کیونکہ خلاف نص عرف
حجت نہیں ہوتا، اور جو مجبوری اس ناجائز کام کرنے کی بتلائی گئی ہے اگر اس مجبوری سے
واقعہ ایسی حالت ہو نامراد ہے کہ بالکل مسکینی اور فقری کے درجہ پر آپہنچا اور قوت لایموت
بھی نہیں رکھتا تو خاص ایسی حاجت میں بندہ کو خنزیر مردار کھانے کی بھی گنجائش دی گئی ہے
چہ جائیکہ اس ناجائز پر عمل کرے، اور ناجائز عمل پر بایع (بیچنے والا) اور مشتری (خریدنے
والا) راضی ہوں تو یہ جواز کی دلیل نہیں، اور ثمن (خریداری میں طے ہونے والا ریٹ)
طے نہ ہونے کی صورت میں جب یہ پچھنا ہی نہیں تو قبضہ کیے ہوئے مال کو قرض سمجھتے ہو تو اس
پر نفع لینا دینا حرام اور اگر امانت سمجھتے ہو تو ہلاکت امانت پر تاوان نہیں اور امانت میں
بلا اجازت تصرف بھی ناجائز ہے۔

جواب کی تفصیل

قرآن مجید میں خرید و فروخت کا بیان ثمن (ریٹ) اور عوض کی صراحت کیما تھ

وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاهِمَ مَعْدُودَةٍ (یوسف: ۲۰)

اور بھائیوں نے اسے کھوٹے داموں، گنتی کے روپے پر بیچ ڈالا۔

ههنا تمسك بعضهم أن بيع الحر باطل وهكذ وقع عليه الاجماع

وهو معروف

یعنی بعض علماء نے اس مقام پر استدلال کیا ہے کہ آزادی کی خرید و فروخت باطل ہے اور

اسی طرح اس پر اجماع امت ہے جیسا کہ مشہور ہے۔ [۱]

[۱] التقریرات احمدیہ ص ۳۸۶، مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ کوئٹہ

اسکے عوض اس کی قیمت ادا کی۔ [۱]

ابوصیب اپنی کتاب "القاموس الفقہی" میں رقمطراز ہیں:

بَاعَ فُلَانًا الشَّيْءَ وَبَاعَهُ مِنْهُ وَلَهُ... بَيْعًا وَمَبِيعًا: اعطاه ایاہ بشمن

یعنی فلاں نے فلاں کو ایک چیز بیچی اور اس نے وہ چیز اس سے بیچی یا خریدی اور اس کیلئے بیچی۔ (یہ لغت میں الفاظ بول کر مراد لیا جاتا ہے کہ) فلاں نے اسکو فلاں ثمن اور قیمت کے بدلے دی۔

اور ذرا آگے لکھتے ہیں:

البيع: السلعة، ج بیوع. اعطاه الثمن وأخذ الثمن

یعنی بیع کی اضافت (سلعة) سامان کی طرف ہو تو معنی ہوگا فلاں نے اس کو ثمن

(سامان) دیا اور قیمت لی۔ [۲]

سو حقیقت بیع نکھر کر سامنے آگئی کہ جمیں بیچنے والا خریدنے والے سے مال کے عوض معین قیمت لے، اور جب بیع کا انعقاد اور صحت، معین کرنے سے ہے تو رب تبارک و تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا ہے جو لین دین میں اصول بیع سے نہیں اس کو سود کی طرح حرام فرمایا ہے۔ فرمایا چنانچہ ارشاد ربانی ہے:

وَأَحَلَّ اللَّهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبَا (البقرہ: ۲۷۵)

"اور اللہ تعالیٰ نے بیع کو حلال کیا اور سود کو حرام کیا۔"

اس آیه کریمہ میں بیع کو حلال فرمانے کا ارشاد ہے اور سود چونکہ بیع نہیں ہے نقصان اٹھانے یا نقصان پہنچانے کا سبب ہے۔ پھر معاملہ اس سودی ضرر سے جھگڑے تک جا پہنچتا

[۱] المنجد العربی ص: ۵۶، ۵۷ مطبوعہ مؤسسہ انتشارات دارالعلم

[۲] القاموس الفقہی ص ۳۴، مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی

اس کریمہ سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ شراء یعنی خرید و فروخت کیساتھ قیمت اور ریٹ کا ذکر ضروری ہے۔ کیونکہ ملا احمد جیون اور دیگر مفسرین کرام علیہم الرحمہ کا مذکورہ آیت سے بیع الحور باطل آزاد کی خرید و فروخت باطل ہونے سے بیع و شراء کے باقی معاملات اور لوازمات سمجھے جاسکتے ہیں۔

لہذا مذکورہ آیات میں ثمن اور قیمت کی صراحت سے ہمیں یہ حکم ملتا ہے کہ ہم اپنی خرید و فروخت میں قیمت کو مجہول نہ رکھیں کہ نہیں یہ جھگڑے کا سبب نہ بن جائے۔ اگر حقیقت بیع کو دیکھنا ہو تو لفظ بیع سے ہی دیکھی جاسکتی ہے۔

"لویس معلوف" اپنی عربی لغت کی مشہور کتاب "المنجد" میں لکھتا ہے۔

بَاعَ... بَيْعًا: اعطاه الكتاب وأخذ منه الثمن أو بالعكس
یعنی بیع کا لفظ باع ببيع بیعاً سے ہے جس کا معنی ہے فلاں نے فلاں کو کتاب دی اور اس سے ثمن لے لیے یا کتاب خریدی اور ثمن دے دیے۔
اور اصطلاح میں بھی ایسا ہی معنی ہے۔

الْبَيْعُ (ت): بذل الثمن وأخذ الثمن وأخذ الثمن وبذل الثمن
وهو من الاضداد نحو بعته هذا الثوب أى أعطيته أياه وأخذت ثمنه
وبعته هذا الثوب أى اشتريته منه وأعطيته ثمنه

یعنی بیع کہتے مٹمن (یعنی سود ایا جس کو سودا سامان بنا لیا گیا) کو خرچ کرنا اور ثمن لینا یا مٹمن لینا اور ثمن خرچ کرنا اور یہ لفظ از قبل اضداد ہے جیسے بعثتہ هذا الثوب یعنی میں نے یہ کپڑا فلاں کو دیا اور اس سے اس کے عوض قیمت لے لی اور بعثتہ هذا الثوب (بی جملہ بولا جاتا ہے لیکن اس میں بالعکس معنی مراد لیا جاتا ہے) یعنی میں نے اس سے یہ کپڑا خرید اور

النَّجَارِ ثَامِنُونِي بِحَائِطِكُمْ وَفِيهِ خَرَبٌ وَنَحْلٌ

یعنی حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا جب مسجد نبوی تعمیر میں مراحل میں تھی "اے بنی نجار! اپنے باغ کا ریٹ بتاؤ قیمت کی مقدار معین کرو اور باغ میں ویرانہ اور کھجور کے درخت تھے۔

بخاری شریف کے اسی مقام پر محدث احمد علی سہارنپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ "أحق بالسوم" پر حاشیہ لکھتے ہوئے رقمطراز ہیں:

قوله أحق بالسوم بفتح المهملة وسكون المهملة اے احق بذکر قدر الثمن ولذا قال صلى الله عليه وسلم ثَامِنُونِي اے قدر واثمن حائطكم، ثامنہ بكذا اے قدر معه الثمن والسوم معناہ تعيين الثمن ۱۲ ك ع

یعنی امام بخاری علیہ الرحمہ کا "أحق بالسوم" فرمانے کا مطلب ومعنی ہے ثمن و قیمت کی مقدار کے ذکر کا زیادہ حق سامان والے کو ہے، اسی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ثَامِنُونِي یعنی اپنے باغ کی قیمت بیان کرو کہ اسکے اتنے پیسے بنتے ہیں یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکے ساتھ ریٹ اور قیمت کو طے کیا۔

اور السوم کا معنی آتا ہے قیمت طے کرنا۔

اور محدث احمد علی سہارنپوری علیہ الرحمہ خود بھی حل اللغات میں اسی صفحہ کے آخر میں یہی مفہوم بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

السوم ذکر قدر معين للثمن، ثامنوني بحائطكم اے قدر وني ثمن حائطكم

یعنی "السوم" کا معنی ہے قیمت اور ریٹ سے ثمن مقدار کا ذکر کرنا۔

ہے تو جو بیع ہے وہ حلال ہے اور جو بیع کی تعریف و اصول سے خارج ہیں دین ہے اس کا عقد کرنا سود کی طرح ناجائز عمل ہے۔

اسی واسطے اللہ تعالیٰ نے جہاں باہمی رضامندی سے تجارت کا حکم دیا اس سے پہلے ناحق طریقے سے کھانے کے بارے منع فرمایا۔ چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَأْكُلُوا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِالْبَاطِلِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِنْكُمْ (سورة النساء: 29)

"اے ایمان والو! آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طریقے سے نہ کھاؤ مگر یہ کہ کوئی دوا تمہاری باہمی رضامندی کا ہو۔"

اور بیع میں ثمن مقرر نہ کرنا بھی ایک باطل طریقہ ہے لہذا یہ بھی ناجائز عمل ہے اور اس آیہ کریمہ کے تحت علامہ ابن عربی علیہ الرحمہ نے "احکام القرآن" میں بھی ایک فائدہ اور باطل بیوع کا بیان فرمایا ہے۔

لغيت عرب اور دستور مسلمین سے بیع کا طریقہ ثمن کو ذکر کرنے میں ہے۔ مجہول خرید و فروخت کرنے میں نہیں۔

خرید و فروخت میں قیمت کی تعیین اور احادیث مبارکہ:

امام بخاری علیہ الرحمہ متوفی ۲۵۶ھ بخاری شریف میں اس عنوان پر باب باندھتے ہوئے رقمطراز ہیں۔

باب: صاحب السلعة أحق بالسوم

(سامان والا ریٹ معین کرنے کا زیادہ حق رکھتا ہے)

۱- حَدَّثَنَا مُوسَى بْنُ إِسْمَاعِيلَ ثَنَا عَبْدُ الْوَارِثِ عَنْ أَبِي الثَّيَّاحِ عَنْ أَنَسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ يَا بَنِي

اور "ثامنونی بحائطکم" کا معنی ہے اپنے باغ کی قیمت کی مقدار معین کر کے بتاؤ۔^[۱]

گزشتہ حدیث شریف کی شرح سے یہ بات واضح ہو گئی کہ خرید و فروخت میں ریٹ کی تعیین کرنا ضروری ہے جیسا کہ "ثامنونی" کے لفظ سے بطور اشارۃ النص معلوم ہو رہا ہے نیز یہ مبارک لفظ امر ہے اور امر کسی قرینہ صارفہ کے بغیر وجوب کیلئے آتا ہے۔ اسی واسطے ثمن کی جہالت سے بیع فاسد کا حکم لگتا ہے۔

2- امام بخاری علیہ الرحمہ اپنی سند کے ساتھ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں:

قَالَ كُنْتُ مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي سَفَرٍ فَكُنْتُ عَلَى بَحَلٍ ثَقَالٍ إِنَّمَا هُوَ فِي آخِرِ الْقَوْمِ فَمَرَّ بِي النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ مَنْ هَذَا فَقُلْتُ جَابِرُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ فَقَالَ مَا لَكَ فَقُلْتُ إِنِّي عَلَى بَحَلٍ ثَقَالٍ قَالَ أَمْعَكَ قَضِيبٌ قُلْتُ نَعَمْ قَالَ أَعْطِنِيهِ فَأَعْطَيْتُهُ فَصَرَبَهُ فَزَجَرَهُ فَكَانَ مِنْ ذَلِكَ الْمَكَانِ مِنْ أَوَّلِ الْقَوْمِ قَالَ يَغْنِيهِ قُلْتُ بَلَى هُوَ لَكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ قَالَ بَلَى يَغْنِيهِ قَالَ قَدْ أَخَذْتُهُ بِأَرْبَعَةِ دَنَانِيرٍ... الخ

یعنی حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں میں ایک سفر میں نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تھا۔ سست چال والے اونٹ پر سوار سب سے پیچھے تھا میرے پاس سے نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سواری کا گزار ہوا (میری سواری کی چال کو دیکھ کر بڑے پیار سے فرمانے لگے) "کون ہے.....؟" میں نے عرض کی حضور! جابر بن عبد اللہ ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: کیا وجہ ہے کہ سب سے پیچھے ہو؟ عرض کی حضور

[۱] بخاری شریف بمعناشیہ البخاری ج: ۱، صفحہ: ۲۸۳، حاشیہ نمبر ۶ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

سست چال والے اونٹ پر سوار ہوں۔ (آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو سستی کہا پسند) فرمانے لگے۔ تیرے پاس چھڑی ہے؟ میں نے عرض کی جی ہاں! فرمایا: "میری طرف کرو" میں نے چھڑی آپ کے حضور پیش کی۔ بس کیا تھا کہ آپ نے میرے اونٹ کو ایک ہی ضرب لگائی اور چلنے کیلئے جھڑکا وہ اونٹ تو وہاں سے سب سے آگے جا پہنچا۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "یہ اونٹ اب مجھے بیچ ڈالو"۔ میں نے عرض کی ہاں کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ آپ کی ہی ملکیت میں ہے۔ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو بیچو! (میری خاموشی دیکھ کر پھر) خود ہی فرمایا میں نے چار دیناروں کے بدلے اسے خرید لیا۔ (پھر مدینہ منورہ پہنچ کر سواری اور دینار دونوں ہی حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو عطا کر دیے۔)

اس حدیث مبارک میں حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے خرید و فروخت کا سلیقہ سکھا دیا کہ بغیر ریٹ طے کیے بیع نہیں، حصہ وغیرہ ہو سکتا ہے اسکے حاشیہ میں علامہ بد الدین عینی علیہ الرحمہ کے حوالے سے لکھا ہے۔

قال قد أخذته بأربعة دنانير۔ اے قال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قد أخذته بأربعة دنانير فيه ابتداء المشتري بذکر الثمن یعنی نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اسے چار دیناروں کے بدلے خریدا۔ اس میں خریدنے والے کا ریٹ کی ابتداء کرنے کا بیان ہے اور "قلت بلی ہو لك" کے الفاظ ذکر کے علامہ عینی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

"اے بغیر الثمن" یعنی میں نے عرض کی ہاں کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم یہ آپ کی

ملکیت میں ہے۔

(یہ الفاظ اگرچہ ایجاب پر قبولیت کے ہیں لیکن) بغیر ثمن کے ہیں ثمن کا ذکر نہیں (سویہ بیع نہیں) [۱]

لہذا خرید و فروخت کی صحت کیلئے ریٹ بیع میں ہی طے کرنا ضروری ہے بعد میں نہیں۔
3- امام بخاری علیہ الرحمہ حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی حدیث اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں جس کا آخر یہ ہے:

قَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ عِنْدِي نَاقَتَيْنِ
أَعَدَدْتُ لَهَا لِلْخُرُوجِ فَخَذُّ أَحَدَهُمَا قَالَ قَدْ أَخَذْتُهَا بِالثَّمَنِ

یعنی ہجرت کی رات ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا! حضور میرے پاس دو
اٹھیاں ہیں ان کو میں نے (اسی رات) نکلنے کیلئے تیار کیا ہے ان میں سے ایک آپ لے
لیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”میں نے اسے قیمت کے بدلے خرید لیا۔“ [۲]
غور کیجئے! ہجرت کی رات بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے امت مسلمہ کیلئے خرید و فروخت کو
ریٹ اور قیمت طے کر کے منعقد کرنے کی تعلیم دی۔

اگر یہ کہا جائے کہ جناب ہم بغیر طے کیے جو گندم یا چاول وغیرہ دیتے ہیں تو اگرچہ ہم
اس وقت طے نہیں کرتے لیکن ہم جب اس کے پیسے لیتے ہیں یا پیسے لینے کی جو تاریخ مقرر
کرتے ہیں اس وقت ہم اس سودے کا ریٹ طے کر کے سودا تو کر لیتے ہیں لہذا ہمارا سودا
اور ہماری خرید و فروخت ریٹ طے کر کے ہوئی سو یہ معاملہ جائز ہو گیا؟

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے مانا کہ آپ سودا پیسے لیتے وقت کر رہے ہیں لیکن ہمارا
سوال یہ ہے کہ جب گندم یا چاول دیے جا رہے ہیں تو کیا اس وقت یہ سودا دینے والا

خرید و فروخت سمجھ کر دے رہا ہے یا ویسے ہی ہبہ و صدقہ کر رہا ہے یا قرض دے رہا ہے یا
امانت رکھوا رہا ہے۔

اگر اسے خرید و فروخت سمجھ رہا ہے، اور اس کے بعد اسی ایک سودے پر دوبارہ
خرید و فروخت کر رہا ہے سو ایسے عمل سے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔
چنانچہ شیخ ولی الدین محمد ابن عبد اللہ تبریزی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی سند کے اعتماد پر
مشکوٰۃ شریف میں حدیث بیان کرتے ہیں:

عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده قال نهى رسول الله صلى
الله عليه وسلم عن بيعتين في صفقة واحدة رواه شرح السنه
يعني حضرت عمرو بن شعيب رضی اللہ عنہما اپنے باپ سے وہ ان کے دادا سے روایت
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی سامان میں دو بیعوں کو منع فرمایا۔ [۱]
شیخ عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی رحمہما اللہ تعالیٰ ترمذی شریف میں اپنی سند کے ساتھ حضرت
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں:

”نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن بيعتين فيبيعة“
یعنی رسول اللہ علیہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیعوں کو کرنے سے منع فرمایا۔
اس حدیث شریف کی شرح میں شیخ ترمذی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

وَقَدْ فَشَّرَ بَعْضُ أَهْلِ الْعِلْمِ قَالُوا ابْيَعْتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ أَنْ يَقُولَ أَبِيكَ
هَذَا الثَّوْبُ بِعَشْرَةٍ وَبَنَسِيئَةٍ بِعَشْرَيْنِ وَلَا يُفَارِقُهُ عَلَى أَحَدٍ
الْبَيْعَتَيْنِ فَإِذَا فَارَقَهُ عَلَى أَحَدِهِمَا فَلَا بَأْسَ إِذَا كَانَتِ الْعَقْدَةُ عَلَى أَحَدٍ
مِنْهُمَا قَالَ الشَّافِعِيُّ وَمَنْ مَعْنَى مَا نَهَى النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ

[۱] مشکوٰۃ شریف، ج: ۱، ص: ۲۳۸ مطبوعہ مکتبۃ الحرمین الشریفین کوئٹہ

[۱] بخاری شریف، ج: ۱، ص: ۳۱۰ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی
[۲] بخاری شریف، ج: ۱، ص: ۲۸۷ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی

الثانی فلان بیع الجاریۃ لایلزم بذلك الشرط وقد جعله من الثمن
فینقض و لیس له قیمة

یعنی بیان کردہ دونوں مفہوموں میں بیع فاسد ہونے کی علت قیمت کا خرید و فروخت میں
معلوم نہ ہونا ہے پہلی صورت میں فساد ظاہر ہے البتہ دوسری صورت میں قیمت اس طرح
معلوم نہیں ہے کہ لوٹدی یا غلام کی بیع اس شرط کو لازم نہیں اور صورت حال یہ ہے کہ بیچنے والے
نے اسے قیمت کا حصہ بنا دیا ہے جسکی وجہ سے غلام یا لوٹدی کی قیمت میں کمی آگئی حالانکہ یہ
شرط اس کیلئے قیمت نہیں تھی۔ [۱]

اس مفہوم حدیث شریف کو سامنے رکھیے اور صورت مسئلہ کو ایک نظر دیکھیے۔ تو ہمیں علت
فساد یکساں نظر آئے گی کیونکہ ایک خرید و فروخت ہم آپ کی گندم وغیرہ لیتے وقت مان لیں اور
دوسری خرید و فروخت جو پہلی بیع میں شرط لگائیں کہ ریٹ فلاں تاریخ کے اعتبار سے ہوگا۔ وہ
مان لیں۔

جبکہ پہلی خرید و فروخت میں ریٹ کی تعیین ہی نہیں اور اسی میں دوسری خرید و فروخت پر
ریٹ کی تعیین کی شرط لگائی جا رہی ہے۔

”حالانکہ سود ایک ہے۔ اور اس میں دو بیوع ہو رہی ہیں۔“

اور مذکور حدیث شریف سے آئمہ حدیث کی وضاحت کے مطابق یہی مفہوم نکلتا ہے کہ ہر
ایسی خرید و فروخت ناجائز ہے جس میں ریٹ کو معین نہ کیا جائے۔

یہاں تک تو یہ معلوم ہو گیا کہ سمجھنے والا اگر اسے خرید و فروخت سمجھ رہا ہے تو قانون شریف کے
مطابق اسے بیع نہیں کہا جائے گا۔ اور اگر اسے ”ہبہ“ سمجھا جائے۔ تو ہبہ میں دی ہوئی شے کا عوض

[۱] (۱) ماشی علی المکتوبہ، ج: ۱، ص: ۳۸، ماشیہ نمبر ۹ مطبوعہ مکتبہ الحرمین الشریفین کوئٹہ

(۲) اشعۃ اللمعات، ج: ۳، ص: ۳۵، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

بِیْعَتَيْنِ فِي بَيْعَةٍ أَنْ يَقُولَ أْبِيعُكَ دَارِي هَذِهِ بِكَذَا عَلَى أَنْ تَبِيعَنِي
غَلَامَكَ بِكَذَا فَإِذَا وَجَبَ لِي غَلَامُكَ وَجَبَتْ لَكَ دَارِي وَهَذَا يُفَارِقُ عَنْ
بَيْعٍ بِغَيْرِ ثَمَنِ مَعْلُومٍ وَلَا يَنْدِرِي كُلُّ وَاحِدٍ مِنْهُمَا عَلَى مَا وَقَعَتْ عَلَيْهِ
صَفَقَتُهُ

یعنی اہل علم حضرات حدیث شریف کی وضاحت کچھ یوں فرماتے ہیں:

پہلا مفہوم

دو بیعوں کا ایک بیع میں کرنا یوں ہو گا وہ کہے میں نے اس کپڑے کو نقد دس اور ادھار
بیس کے بدلے بیچا اور دو بیعوں میں سے کسی ایک کو جدا اور علیحدہ بیان نہ کرے۔ البتہ اگر
ان بیعوں کو علیحدہ علیحدہ کر دیا تو کوئی حرج نہیں کیونکہ ہر ایک کا عقد علیحدہ علیحدہ ہو گیا ہے۔

دوسرا مفہوم

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیع میں دو بیعوں
سے جو منع فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس خرید و فروخت میں منع ہے مثلاً یوں کہے میں
نے اپنے گھر کو اتنے میں بیچا اس شرط پر کہ تو مجھے اپنا غلام اتنے میں بیچ دے جب تیرے
غلام پر میری ملکیت ثابت ہو جائے تو تیرے لیے میرے گھر کی ملکیت ثابت ہو جائے گی۔
اور یہ ریٹ طے نہ ہونے کی وجہ سے جدا شے ہے اور دونوں میں سے کوئی بھی نہیں جانتا کہ
اس کا سودا دونوں چیزوں میں سے کس شے کے بدلے ہو رہا ہے۔ (یعنی شرط بدلے ہو رہا
ہے یا شے کے عوض ہو رہا ہے) [۱]

شیخ عبدالحق محدث دہلوی حنفی علیہ الرحمہ حدیث کا یہی مفہوم بیان کر کے فرماتے ہیں:

والعلة في كلا النوعين جهالة الثمن اما في الاول فظاهر واما في

[۱] ترمذی شریف، ج: ۱، ص: ۲۳۳، مطبوعہ علوم اسلامیہ بلوچستان

یعنی اگر ہبہ دی ہوئی شے کو ایک جگہ سے دوسری جگہ نقل کیا جائے جس سے اس کی قیمت بڑھ گئی اور اس شے کو نقل کرنے کی مشقت وہ اٹھا رہا ہے جس کو ہبہ دیا گیا۔ تو ”منتقی“ میں ہے کہ طرفین علیہما الرحمہ کے نزدیک رجوع کا حق ختم ہو جائے گا۔^[۱] دوسری صورت ہبہ میں رجوع کے حق کو ختم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ہبہ کرنے والے اور لینے والوں میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے۔

چنانچہ عالمگیری میں ہے: منها موت الواهب، یعنی واہب کی موت حق رجوع ختم کر دے گی۔^[۲]

کنز الدقائق میں اور اس کی شرح بحر الرائق میں ہے: (والمیہ موت أحد المتعاقدين) یعنی حرف المیہ اشارۃ الی أن موت أحدهما مانع إذا كان بعد التسليم یعنی متعاقدين میں کسی ایک کی موت حق رجوع کو روک دیتی ہے جب ہبہ شے کو ہبہ کرنے والے نے دے دیا (اور لینے والے نے قبضہ کر لیا)^[۳] پھر کنز الدقائق میں ہے:

خروج الهبة من ملك الموهوب له
ہبہ کا اس کی ملک سے نکل جانا جس کو ہبہ کیا گیا یہ بھی رجوع کو ختم کر دیتا ہے۔^[۴]
پھر عالمگیری میں ہے:
منها هلاك الموهوب لانه لا سبيل الرجوع في قيمته لعدم

[۱] فتاویٰ عالمگیری، ج: ۴، ص: ۳۸۶ مطبوعہ مکتبہ ماحدیہ کوئٹہ

[۲] فتاویٰ عالمگیری، ج: ۴، ص: ۳۸۶ مطبوعہ مکتبہ ماحدیہ کوئٹہ

[۳] بحر الرائق، ج: ۷، ص: ۳۹۷ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

[۴] کنز الدقائق ص ۳۵۵ مطبوعہ المصباح اردو بازار لاہور

دینا ضروری نہیں ہوتا نیز اس میں چند صورتیں ایسی ہوتی ہیں جس میں وہ اپنا دیا واپس نہیں لے سکتا اور ان میں کئی ایک صورتیں اس صورت مسئلہ میں پائی جا رہی ہیں مثلاً ہبہ کی ہوئی شے میں زیادت متصل ہو جائے یعنی ایسی بات پیدا ہو جائے جس سے قیمت میں اضافہ ہو جائے۔ چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ومنها الزيادة في الموهوب زيادة متصلة سواء كانت بفعل الموهب له أو لا يفعلہ۔

یعنی ان عوارض مانعہ میں سے ایک موهوب (ہبہ کی ہوئی شے) میں ایسی زیادتی جو اس کے ساتھ متصل ہو، خواہ جس کو ہبہ کیا ہے اس کا عمل دخل اس میں ہو یا نہ ہو۔^[۱]

پھر اس صورت مسئلہ میں گندم کاریٹ کسان کے پاس کم ہوتا ہے اور آڑھتی اسے جب منڈی لے جاتا ہے تو وہاں اس کاریٹ زیادہ ہوتا ہے۔ اور یہی زیادتی ہبہ کے رجوع کو ختم کر دیتی ہے۔

بحر الرائق میں ہے:

زيادة القيمة بالنقل من مكان الى مكان^[۲]
قیمت میں زیادتی ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانے سے بڑھ جائے تو رجوع ختم ہو جاتا ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ولو نقله من مكان الى مكان حتى ازدادت قيمته واحتاج الى مؤنة النقل ذكر في المنتقى أخذ عند أبي حنيفة ومحمد رحمهما الله تعالى ينقطع الرجوع

[۱] فتاویٰ عالمگیری، ج: ۴، ص: ۳۸۶ مطبوعہ مکتبہ ماحدیہ کوئٹہ

[۲] بحر الرائق شرح کنز الدقائق، ج: ۷، ص: ۳۹۷ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

انعقاد العقد علیہا حق رجوع کو روکنے میں سے ایک سبب ہبہ کی ہونی شے کا ہلاک ہو جانا ہے کیونکہ اس پر عقد کے منعقد نہ ہونے کی وجہ سے اس کی قیمت میں رجوع کا کوئی راستہ نہیں ہے۔^[۱]

جب یہ معلوم ہو گیا کہ اگر اسے ہبہ مانا جائے تو ہبہ میں جن صورتوں میں رجوع نہیں ہو سکتا اس پر کسان رضامند نہیں ہو سکتا۔

لہذا اس صورت کے بارے ہبہ کا حیلہ کرنا بھی بے کار ہے۔

اور اگر اس گندم، چاول وغیرہ کو بطور قرض دے رہا ہے تو قرض کا قانون یہ ہے کہ اسی شے کا دینا ضروری نہیں ہوتا بلکہ اس کی مثل کا دینا ضروری ہوتا ہے، قیمت دینا بھی درست ہے۔ اور اگر شے کی قیمت دینی ہے تو اس وقت کے مطابق ہوگی جس دن آزہتی کے قبضہ میں گندم وغیرہ گئی ہے۔

چنانچہ رد المحتار میں علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

وقولہما أنظر للمقرض من قول الامام، لان في رد المثل اضراً
به، ثم قول ابی یوسف أنظر له أيضاً

یعنی صاحبین کا قول امام صاحب کے قول سے اس مسئلہ میں قرض خواہ کھیلنے زیادہ لحاظ والا ہے کیونکہ اسی کی مثل کو لوٹانا (جیسا کہ امام صاحب فرماتے ہیں) اس میں قرض خواہ کو ضرر پہنچانا ہے پھر صاحبین میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول زیادہ نظر و شفقت پر مبنی ہے۔

ذرا آگے امام شامی علیہ الرحمہ، امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے قول پر فتویٰ کی صراحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں

وقد منا اول البيوع أنه عند ابی یوسف تجب قيمتها يوم

[۱] فتاویٰ عالمگیری، ج: ۳، ص: ۳۸۶ مطبوعہ مکتبہ ماہدیہ کوئٹہ

القبض أيضاً وعليه الفتوى كما في البزازیة والذخيرة والخلاصة
اور ہم نے کتاب البيوع کے آغاز میں بیان کیا تھا کہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ
کے نزدیک قبضہ کے دن کا اعتبار کرتے ہوئے قیمت واجب ہوگی۔ نیز اسی پر فتویٰ ہے

جیسا کہ فتاویٰ بزازیہ، ذخیرۃ الفتاویٰ اور خلاصۃ الفتاویٰ میں یہ بات موجود ہے۔^[۱]
معلوم ہوا کہ کسان جو ریٹ طے نہیں کر رہا اور قرض کر کے کسی اور تاریخ تک گندم چاول
وغیرہ کو مؤخر کر رہا ہے تو اگر کسان قیمت لینا چاہتا ہے تو آزہتی وہی قیمت دے گا جس دن
گندم وغیرہ اٹھا کر لایا تھا تو اس سے بہتر ہے کہ ریٹ ہی طے کر لے۔

اور اگر قرض سے مقصد یہ ہے کہ اس پر نفع لوں گا تو ایسا نفع لینا حرام ہے۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے:

كل قرض جرم منفعة فهو ربا

”ہر وہ قرض جو نفع کھینچنے سود ہے۔“^[۲]

اور اگر اس دیے ہوئے سودے کو امانت سمجھا جائے تب بھی درست نہیں کیونکہ امانت
میں بلا اجازت تصرف بھی ناجائز ہوتا ہے اور اگر استعمال کی اجازت دے تو بعد از تصرف وہ
امانت قرض بن جاتی ہے۔

چنانچہ متون اربعہ معتبرہ میں سے علامہ ابوالحسین احمد ابن محمد البغدادی علیہ الرحمہ
فرماتے ہیں:

الوديعة أمانة في يد المودع اذا هلكت في يده لم يضمنها
یہ رکھا گیا سامان مودع کے قبضہ میں امانت ہے جب وہ اس کے قبضے سے (اس)

[۱] رد المحتار علی الدر المختار، ج: ۷، ص: ۴۰۹ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

[۲] کنز العمال بحوالہ الحارث عن علی، رقم الحدیث ۱۵۵۲۶، ج: ۶، ص: ۲۳۸

کے اپنے عمل دخل کے بغیر) ہلاک ہو جائے تو اس پر ضمان نہیں۔^[۱]
اور فتاویٰ رضویہ میں ہے:

زِ امانت میں اس کو تصرف حرام ہے یہ اُن مواضع میں ہے جن میں درہم و دنانیر متعین ہوتے ہیں اس کو جائز نہیں کہ اُس روپے کے بدلے دوسرا روپیہ رکھ دے اگرچہ بعینہ ویرا ہی ہوا اگر کرے گا امین نہ رہے گا اور تاوان دینا آئے گا و المسئلہ منصوص علیہ فی الدر المختار۔^[۲]

سو یہاں تک بات نکھر کر سامنے آگئی کہ صورت مسئلہ میں نہ تو ہبہ و صدقہ کا احتمال ہے اور نہ ہی قرض و امانت کا حیلہ ہو سکتا ہے۔ اب ایک ہی صورت پیچھے پکتی ہے اور وہ ہے کہ اسے بیع سمجھا جائے اور یقیناً اسے سمجھا بھی بیع ہی جاتا ہے۔ باقی مفروضات کا وجود کسی حوالے سے یہاں درست نہ نکلا۔

اور بیع کے بارے ہم قرآن و حدیث سے یہ بات واضح کر چکے ہیں کہ اس میں وقتی طور پر ریٹ کا متعین ہونا ضروری ہے۔ اب اس بارے فقہاء کرام کی صراحت ملاحظہ کرتے ہیں۔

فقہاء کرام اور خرید و فروخت میں ثمن (ریٹ) طے کرنے کا حکم:

امام ابو الحسن احمد بن محمد ابن قدوری علیہ الرحمہ متوفی ۴۲۸ھ
”المختصر القدوری“ میں رقمطراز ہیں:

والاثمان المطلقة الا تكون منسوفة القدر والصفة
یعنی ثمن (ریٹ) کی تعیین نہ کی مطلق ہی رکھا تو یہ بیع درست نہیں مگر یہ کہ ان ثمنوں کی

[۱] قدوری ج: ۱۱۹ مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ
[۲] فتاویٰ رضویہ ج: ۱۹، ص: ۱۶۶ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن

مقدار اور وصف معلوم ہو جائے۔^[۱]
اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے امام ابو بکر ابن علی ابن محمد الحداد علیہ الرحمہ متوفی ۸۰۰ھ ”الجوہرۃ النیرۃ“ میں رقمطراز ہیں۔

صورة المطلقة: أن يقول: اشتريت منك بذهب أو بفضة أو بحنطة أو بذرة ولم يعين قدراً ولا صفَةً وفي الينابيع: صورة ان يقول: بعث هذا منك بثلثين أو بمائيساوی فيقول: اشتريت فهذا لا يجوز حتى يبين قدر الثمن وصفته فالقدر مثل عشرة أو عشرين

یعنی ریٹ مطلق رکھنے کی صورت یہ ہے کہ خریدنے والا کہے میں تجھ سے سونا چاندی، گندم یا جوار کے عوض اس شے کو خرید اور نہ مقدار ذکر کرے اور نہ ہی صفت ذکر کرے اور ”ینابیع“ میں اس کی صورت اس طرح بیان کی ہے۔ بیچنے والا کہے میں نے تجھے یہ چیز روپوں کے عوض یا جوار اس کے مساوی بنتی ہے اسکے بدلے بیچتا ہوں۔ خریدنے والے نے کہا: میں نے خریدا (قیمت طے نہیں کی) تو یہ جائز نہیں یہاں تک کہ وہ ثمن یعنی روپوں کی مقدار اور اس کا وصف بیان کرے۔ روپوں کی مقدار مثلاً اس طرح بیان کرے کہ دس (10) روپے کے عوض یا بیس (20) روپے کے عوض بیچتا ہوں (پھر جائز ہے)^[۲]

اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے امام برہان الدین ابو الحسن علی ابن ابو بکر الفرغانی المرغینانی علیہ الرحمہ متوفی ۵۹۳ھ (من اصحاب الترجیح) اپنی مشہور زمانہ کتاب ہدایہ شریف میں رقمطراز ہیں:

لان التسليم والتسلم واجب بالعقد وهذه الجهالة مفضية الى

[۱] المختصر القدوری ج: ۱۲۴ مطبوعہ مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی
[۲] الجوہرۃ النیرۃ ج: ۱، ص: ۳۳۴ مطبوعہ مکتبہ رحمانیہ اردو بازار لاہور

فاسد ہے۔

دوسری صورت

اور اگر بیچنے والے نے دونوں غلاموں کو علیحدہ علیحدہ پانچ پانچ سو درہم کے عوض اس شرط پر بیچا کہ خریدنے والے کو دونوں میں سے ایک معین غلام کے رکھنے کا اختیار ہے تو یہ بیع جائز ہے۔^[۱]

اس عبارت کی شرح کرتے ہوئے صاحب ہدایہ علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

والمسألة على أربعة أوجه: أحدها أن لا يفعل الثمن ولا يعين الذي فيه الخيار وهو الوجه الأول في الكتاب وفسادة لجهالة الثمن والمبيع لان الذي فيه الخيار كالتحارج عن العقد اذا العقد مع الخيار لا ينعقد في حق الحكم فبقي الداخل فيه أحدهما وهو غير معلوم، والوجه الثاني أن يفصل الثمن ويعين الذي فيه الخيار وهو البذکور ثانياً في الكتاب وأما جاز لان المبيع معلوم والثمن معلوم وقبول العقد في الذي فيه الخيار وان كان شرط لان عقادة في الآخر ولكن هذا غير مفسد للعقد لكونه محلاً للمبيع كما اذا جمع بين قن ومدير والثالث يفصل ولا يعين والرابع أن يعين ولا يفصل والعقد فاسد في الوجهين اما لجهالة المبيع او لجهالة الثمن

اس مسئلہ کی چار صورتیں بنتی ہیں:

(۱) نہ ہی ریٹ طے کرے اور نہ ہی اس غلام کو معین کرے جس میں خيار رکھا جا رہا ہے اسی کو "جامع الصغیر" میں پہلی صورت کے طور پر ذکر کیا گیا اور اس بیع کے فاسد ہونے کی وجہ ریٹ

[۱] الجامع الصغیر للام محمد علیہ الرحمہ ص ۳۴۴ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ

المنازعه فيمتنع التسليم والتسلم وكل جهالة هذه صفتها تمنع الجواز هذا هو الاصل

یعنی یہ معاملہ درست اس لیے نہیں کہ لینا دینا عقد کے ساتھ واجب ہو جاتا ہے اور جہالت جھگڑے تک پہنچانے والی ہے جو لینے دینے کو روک دے گی اور (بیع میں قانون ہے) ہر ایسی جہالت جو جھگڑے تک پہنچا دے وہ خرید و فروخت جائز ہونے کو روک دیتی ہے۔

اس قانون کو مضبوطی سے تمام لومعاملات میں یہ فساد کی ایک بنیادی وجہ ہے۔^[۱] "معروفہ القدر" کی وضاحت کرتے ہوئے امام کمال الدین محمد ابن عبد الواحد المعروف بابن الہمام علیہ الرحمہ متوفی ۸۶۱ھ رقمطراز ہیں:

(لا تصح حتى تكون معروفه القدر) خمس عشرة وعشرة دراهم خرید و فروخت کا معاملہ اس وقت تک درست نہیں ہوگا جب تک قیمت کی مقدار معلوم نہ ہو جائے جیسے پانچ یا دس درہم (کہہ کر خرید و فروخت کرنا)۔^[۲] امام محمد علیہ الرحمہ متوفی ۱۸۹ھ "جامع الصغیر" میں رقمطراز ہیں:

ومن باع عبدین بألف درہم علی أنه بالخیار فی أحدهما ثلثة أيام فالبيع فاسد وان باع كل واحد منهما بمخمسة على أنه بالخيار أحدهما بعينه جاز البيع

پہلی صورت

اور جس نے دو غلاموں کو اکٹھا ایک ہی ریٹ مثلاً ہزار درہم کے عوض بیچا اس شرط پر کہ خریدنے والے کو دونوں میں سے کسی ایک غلام کو رکھنے کا تین دن تک اختیار ہے تو یہ بیع

[۱] الہدایہ للفرغینانی، ج: ۳ ص ۲۶ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

[۲] فتح القدر شرح الہدایہ، ج: ۶ ص ۲۳۱ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

اور سامان کی جہالت ہے۔ کیونکہ جس غلام میں خیار ہے وہ تو اس صورت میں عقد سے خارج ہونے والے کی طرح ہے، کیونکہ عقد خیار کے ساتھ ہوتا ہے جو ملکیت کے حق میں منعقد نہیں ہوا لہذا عقد میں دو غلاموں میں سے ایک کا داخل ہونا باقی رہا اور اس کا علم نہیں۔

(۲) ریٹ طے کرے اور اس غلام کو بھی معین کر دے جس میں خیار شرط ہے اور اسی کو متن میں دوسری صورت بنایا اس کے جائز ہونے کی وجہ یہ ہے کہ مبیع (سامان) بھی معلوم ہے اور ریٹ بھی معلوم ہے اور اس عقد کا قبول کرنا جس غلام میں خیار ہے اگرچہ عقد کے منعقد ہونے کی شرط آخر میں ہی لیکن یہ عقد کو فاسد کرنے والی نہیں کیونکہ وہ غلام بیع کا محل تو ہے جیسا کہ اس نے بیع کے اندر خالص غلام اور مدبر غلام کو جمع کر لیا (تو خالص غلام کے حق میں بیع اس کے حصہ کے مطابق نصف کے حساب سے ہو جائے گی یعنی مدبر کے حق میں بیع نہ بھی ہو تو خالص غلام کو کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ مدبر محل بیع ہے آگے مدبر غلام کی بیع کا نفاذ نہ ہونا علیحدہ بات ہے۔ اگرچہ وہ بھی قاضی کے حکم سے نافذ ہو سکتی ہے۔)

(۳) ثمن طے کر دے اور غلام کو معین نہ کرے۔

(۴) غلام معین کر دے اور ثمن طے نہ کرے۔

اس (تیسری اور چوتھی) صورت میں عقد فاسد ہو گا کیونکہ ان دونوں صورتوں میں بیع کے منافی دو خرابیوں میں سے ایک خرابی ضرور پائی جا رہی ہے۔ یا تو بیع (سامان یا غلام) نامعلوم ہے یا قیمت کا علم نہیں (اور یہ دونوں ناجائز ہیں)۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ومنها أن يكون معلوماً والثلث معلوماً علماً يمنع من المنازعة فبيع المجهول جهالة تفضي إليها غير صحيح كبيع شاة من هذا

① الهدایہ للفرغانی، ج: ۳، ص: ۳۸، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

القطیعی وبيع شئی بقیمتہ وبحكم فلان۔

اور شرط نفاذ عقد میں سے ہے کہ مبیع اور ثمن اس طرح معلوم ہوں کہ نزاع پیدا نہ ہو سکے سو ایسے مجہول کہ جھگڑا ہو سکتا ہو تو خرید و فروخت صحیح نہیں مثلاً کہا اس ریوڑ میں سے ایک بکری بیچی (تو یہ مبیع مجہول ہے) یا اس شے کو اس کی قیمت پر بیچا یا اس قیمت پر بیچا جو فلاں شخص بتائے۔ (تو اس میں قیمت مجہول ہے)۔

گزشتہ ہدایہ شریف کی عبارت ”وكل جهالة هذه صفتها تمنع الجواز“ یعنی ہر وہ جہالت جو جھگڑے تک پہنچا دے وہ جائز نہیں۔

اسی طرح عالمگیری کی عبارت:

”فبيع المجهول جهالة تفضي إليها غير صحيح“

یعنی ثمن و مبیع اس طرح مجہول ہوں کہ جھگڑا ہو سکتا ہو تو خرید و فروخت صحیح نہیں۔

ان عبارات کا مفہوم مخالفت مراد لیتے ہوئے اگر کہا جائے کہ ثمن و مبیع اگر مجہول ہوں اور

جھگڑا نہ ہو تو ان عبارات سے معلوم ہوا کہ ایسی بیع جائز ہے؟

تو اس کے جواب میں گزشتہ عبارات ہی کافی ہیں تاہم بات کو مزید واضح کر کے بیان کیے دیتے ہیں۔ خیال رہے گزشتہ عبارات میں یہ قیود اتفاقی نہیں احترازی ہیں جو بمنزلہ شرط کے ہیں لیکن جہالت ثمن کو فقہاء کرام نے مفوض الی المنازعة میں اس وقت منحصر کیا ہے۔ جب اس کا فساد مستقر ہو جائے۔ اور مستولہ صورت میں جہالت ثمن کا فساد مقرر رہے۔ اور جہالت یسر سے ہماری گفتگو ہی نہیں۔

خود صاحب ہدایہ علیہ الرحمہ اس قانون سے ذرا آگے خیار شرط میں جامع الصغیر کی عبارت کی شرح کرتے ہوئے مطلقاً جہالت ثمن پر عقد بیع کے فساد کا حکم لگایا ہے جیسا کہ ابھی

① فتاویٰ عالمگیری، ج: ۳، ص: ۳، مطبوعہ ماہدیہ کوئٹہ

آزمونی نظام کی خرابی اور اس کا حل

گزرا حالانکہ یہ مقام بیان ہے اور مقام بیان میں کسی قید کا ترک قابل لحاظ ہوتا ہے۔ کہا
مصرح فی الأصول

اور فتاویٰ عالمگیری میں الفصل الثامن فی جہالة المبیع والتمن کے
تحت لکھتے ہیں:

واذا شتری الرجل شیئاً من غیرہ ولم یذکر ثمننا کان المبیع
فاسداً

یعنی جب مرد نے کسی شے کو اپنے غیر سے خریدا اور ریٹ کا ذکر نہ کیا تو یہ بیع فاسد
ہوگی۔^[۱]

معلوم ہوا کہ یہ قیود عقد میں جہالت کثیر کے ساتھ معتبر ہیں۔ دوران خرید و فروخت اگر
جہالت ثمن نہ ہو تو جہالت لیر ہے جو عقد کو فاسد نہیں کرتی اور صورت مسئلہ میں یہ نہیں ہے
وہاں تو عقد میں جہالت کثیر کا فساد منقہ ہو چکا ہے۔

اسی وجہ سے ”التمن فی الفتاویٰ“ میں شیخ الاسلام قاضی القضاۃ ابوالحسن علی ابن حسین ابن
محمد السغدی علیہ الرحمہ متوفی ۴۶۱ھ رقمطراز ہیں:

وأما اعلام الثمن فان جہالة الثمن نفسه تفسد المبیع
یعنی قیمت کا خرید و فروخت میں اظہار ضروری ہے کیونکہ بذات ثمن کی جہالت بیع کو فاسد
کر دیتی ہے۔^[۲]

فقہ ابولیت سمرقندی علیہ الرحمہ متوفی ۳۷۳ھ ”خزانة الفقہ“ میں رقمطراز ہیں:
والجہالة فی الثمن أو المثل

[۱] فتاویٰ عالمگیری، ج: ۳، ص: ۱۲۲ مطبوعہ مکتبہ ماہدیہ عید کاظمی رود کوئٹہ
[۲] التمن فی الفتاویٰ، ص: ۷۵ مطبوعہ مکتبہ ماہدیہ عید کاظمی کراچی

آزمونی نظام کی خرابی اور اس کا حل

یعنی جہالت قیمت میں ہو یا سودے میں بیع فاسد کی ایک قسم ہے۔^[۱]
ابو البرکات عبد اللہ ابن احمد ابن محمد النسخی علیہ الرحمہ متوفی ۷۱۰ھ ”کنز الدقائق“ میں
رقمطراز ہیں:

ولا بد من معرفة قدرہ و وصف ثمن غیر مشار الیہ
یعنی مبیع اور ثمن کی مقدار کی پہچان اور ایسے پیسوں کے وصف کی پہچان جس کی طرف
اشارہ نہ کیا گیا ہو، ضروری ہے۔^[۲]

اس عبارت کے تحت علامہ بدر الدین عینی علیہ الرحمہ متوفی ۸۵۵ھ رقمطراز ہیں:
لان جہالتہما تفضی الی المنازعة کما فی السلم فان معرفة قدر
المسلم فیہ شرط الجواز العقد والحاصل أن الأعواض اذا كانت غیر
مشار الیہا سوء کان ثمننا او مثننا یشتط فیہا معرفة المقدار فی
المبیع ومعرفة مقدار الثمن ووصفہ

یعنی مبیع اور ثمن کی مقدار کی معرفت ضروری اس واسطے ہے کہ ان دونوں کی جہالت
وہ جھگڑے تک معاملہ کو پہنچا دیتی ہے جیسا کہ بیع سلم میں کیونکہ سلم فیہ کی مقدار کی پہچان عقد
کے جائز ہونے کیلئے شرط ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ عوض بننے والی اشیاء کی طرف جب اشارہ نہ کیا جائے
خواہ وہ پیسے ہوں یا سامان، اس میں مقدار کی پہچان مبیع میں اور مقدار اور وصف دونوں کی
پہچان ثمن میں شرط قرار دی گئی ہے۔^[۳]

علامہ فخر الدین عثمان ابن علی الزلیعی علیہ الرحمہ متوفی ۷۴۳ھ اس عبارت کے

[۱] خزائن الفقہ، ص: ۷۰ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ میزان مارکیٹ کوئٹہ

[۲] کنز الدقائق، ص: ۱۹۸ مطبوعہ مکتبہ ضیائیہ راولپنڈی

[۳] رمز المحتاج شرح کنز الدقائق للعلینی، ج: ۲، ص: ۳ مطبوعہ النور یہ الرضویہ پبلشنگ کمپنی لاہور

بارے لکھتے ہیں:

لان جہالتہما تفضی الی النزاع المانع من التسليم والتسلم
فیخلو العقد عن الفائدة وكل جهالة تفضی الیه یكون مفسداً
ثمن اور مبیع کی مقدار کی پہچان اس واسطے ضروری ہے کہ ان دونوں کی
جہالت معاملہ کو اس جھگڑے تک پہنچا دے گی جو لینے، دینے سے مانع ہے جس سے
عقد فائدہ سے خالی رہ جائے گا اور ہر ایسی جہالت جو جھگڑے تک پہنچانے والی ہو بیع کو
فاسد کر دیتی ہے۔ [۱]

علامہ زبلی علیہ الرحمہ نے جس انداز سے مسئلہ نقل فرمایا اس سے بات واضح ہو جاتی ہے
کہ مبیع اور ثمن میں جہالت عقد کے وقت مفوضی الی المنازعة ہے جیسا کہ عبارت قیاس
اقتزائی کی شکل ادل سے نتیجہ واضح کر رہی ہے۔

اس عبارت کے تحت بحر الرائق شرح كنز الدقائق میں علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ
متوفی ۹۷۰ھ رقمطراز ہیں:

ولا بد من معرفة قدره عند الامام

یعنی امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ثمن کی مقدار معین کرنا ضروری ہے۔ [۲]
جب مقلد کو واضح ہو گیا کہ ثمن کی مقدار کی معرفت صریحاً یا عرفاً اس کے امام کی طرف
سے ضروری قرار دی گئی ہے تو اس کیلئے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے۔

فقہ حنفی کے مشہور فقیہ علامہ کاسانی علیہ الرحمہ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع میں
رقمطراز ہیں:

لو قال بعث هذا العبد بقيمته فالبيع فاسد لان قيمته تختلف
باختلاف المقومين فكان الثمن مجهولاً وكذا اذا باع بحكم المشتري
أو بحكم فلان لانه لا يدري بماذا يحكم فلان وجهالة الثمن تمنع صحة
البيع فاذا علم ورضى به جاز البيع لان الجهالة قد زالت في المجلس
وله حكم حالة العقد فصار كانه كان معلوماً عند العقد وان لم يعلم
به حتى افترقا تقرر الفساد.

یعنی اگر بائع نے کہا میں نے یہ غلام اس کی قیمت کے مطابق بیچا تو بیع فاسد ہے کیونکہ
اس غلام کی قیمت مختلف قیمت لگانے والوں کے اعتبار سے مختلف ہوتی رہتی ہے تو یہ ریٹ
مجهول ہو گیا اور اسی طرح جب اس نے غلام بیچا خریدنے والے کے حکم یا فلاں شخص کے حکم
پر کیونکہ وہ نہیں جانتا فلاں کیا حکم لگائے گا اور ثمن کی جہالت خرید و فروخت کے درست ہونے
سے مانع شے ہے۔ اس کے بعد جب مشتری کو ریٹ کا علم ہوا اور وہ اس پر رضامند بھی ہو گیا تو
بیع جائز ہو جائے گی کیونکہ جہالت مجلس کے اندر ہی زائل ہو گئی اور اب اس کا حکم عقد کی
جہالت والا ہی ہو گیا گویا ایسے ہو گیا کہ یہ قیمت عقد کے وقت ہی معلوم تھی اور اگر ریٹ کا علم نہ
ہو ایساں تک کہ بائع اور مشتری جدا ہو گئے تو فساد پختہ ہو گیا۔ [۱]

اسی لیے ہم نے کہا کہ جہالت ثمن سے فساد مستقر ہو جاتا ہے۔

صورت مسئلہ سے بالکل ملتی ایک جزئی کامیاب کرتے ہوئے:

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ متوفی ۹۷۰ھ رقمطراز ہیں:

وفي شرح المجمع: لو باعه إلى أجل معين وشرط أن يعطيه

[۱] بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع کتاب البیوع فصل وأما شرط الصحو، ج: ۵، ص: ۱۵۸
مطبوعہ مطبعہ المجمع، ایچ سعید کھنہ

[۱] تعین الحقائق شرح كنز الدقائق للزبلي، ج: ۴، ص: ۵، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

[۲] بحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج: ۵، ص: ۴۶۰، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

المشتري أئى نقد يروج يومئذ كان البيع فاسداً
یعنی مجمع کی شرح میں ہے اگر بیچنے والے نے سامان کو مقررہ مدت تک بیچا اور شرط یہ
لگائی کہ خریدنے والا اس کا وہ ریٹ دے گا جو اس روز رائج ہو گا تو بیع فاسد ہوگی۔ [۱]
اسی عبارت کو علامہ شامی علیہ الرحمہ نے ”فتاویٰ شامی“ میں نقل فرمایا اور اس سے پہلے
کچھ تفصیل بیان کی۔

و كما يعتبر مكان العقد يعتبر زمنه ايضاً كما يفهم مما قد مناه
في مسألة الكساد والرخص فلا يعتبر زمن الإيفاء: لان القيمة فيه
مجهولة وقت العقد وفي البحر عن شرح المجمع
یعنی جیسا کہ عقد کی جگہ اور مکان کا اعتبار ہے اسی طرح عقد کے وقت اور زمان کا بھی
اعتبار ہے۔ جیسا کہ گزشتہ مارکیٹ کے مندا ہونے کے مسئلہ سے معلوم ہوا لہذا مکمل پیسے ادا
کرنے کے وقت قیمت کا اعتبار نہیں کیا جائیگا فی الوقت ریٹ معین کیا جائے گا کیونکہ اس میں
عقد کے وقت قیمت مجہول ہے۔ اس سے آگے بحر الرائق کی گزشتہ عبارت نقل فرمائی۔
علامہ شامی علیہ الرحمہ کی عبارت کے تحت علامہ رافعی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

كان البيع فاسداً. وجهه أنه لا يلزم من رواج النقود اتحادها في
المالية فيفضى الى جهالة الثمن
یعنی یہ بیع فاسد ہوگی اس کی وجہ یہ ہے کہ مختلف کرنسیوں کے رائج ہونے سے لازم نہیں
آتا کہ ان کا مالیت میں بھی اتحاد ہو سو معاملہ ثمن کی جہالت تک جا پہنچے گا۔ [۲]

اگر اس کا یہ ل یہ کیا جائے کہ یہ بیع فاسد ہے اور بیع فاسد قبضہ کے وقت ملکیت کا فائدہ دیتی

[۱] بحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج: ۵، ص: ۲۷۰، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ محلہ جلی پشاور

[۲] رد المحتار علی الدر المختار، مع تقریرات الرافعی، ج: ۷، ص: ۵۷۷، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ محلہ جلی پشاور

ہے لہذا اس ملکیت کو برقرار رکھنے کیلئے موجودہ ریٹ پر بیع کو نافذ کر دیا جائے جیسا کہ صاحب
ہدایہ نے مختلف رائج کرنسیوں میں کسی خاص کرنسی کو ذکر کرنے کی صورت میں تحویلاً للجواز
کی جزئی کے تحت اغلب اور زیادہ رائج کرنسی کی طرف بیع کا رخ پھیر دیا۔ اسی طرح یہاں بھی
موجودہ ریٹ پر بیع کو منعقد کر دیا جائے؟

یہ غلط بحث ہے کیونکہ صاحب ہدایہ علیہ الرحمہ نے یہ جزئیہ ہاں چپاں فرمایا تھا جہاں بیع
فاسد نہیں ہوتی تھی بلکہ بیع کو فساد سے بچانے کیلئے ایسا کیا گیا اور یہاں بیع فاسد کی صورت بن
چکنے کے بعد مسئلہ پوچھا گیا ہے اور ریٹ بعد میں معین کرنے کی صراحت کی جا رہی ہے۔ اور
آپ کا یہ کہنا کہ بیع فاسد قبضہ کے وقت ملکیت کا فائدہ دیتی ہے یہ کوئی موجبہ کلیہ نہیں کیونکہ بیع مع
الھزل اگرچہ بیع فاسد ہے مگر اس پر قبضہ بھی کیا جائے تب بھی ملکیت کا فائدہ نہیں دیتی۔ سو سالبہ
جزئیہ اس کی نقیض ثابت ہوگی جس سے یہ قاعدہ کلیہ نہ رہا یا عام مخصوص البعض ہو گیا۔ جس میں
دلیل ظنی سے اختصاص جائز ہو جاتا ہے۔ اور اس کے موافق فتاویٰ شامی میں دو مکملے اور بیان
کیے ہیں کہ بیع فاسد قبضہ کے وقت ملکیت کا فائدہ نہیں دیتی۔ [۱]

اسی وجہ سے ”فتاویٰ خیر الدین“ میں شیخ خیر الدین رملی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

(سئل) فی رجل اشتری من آخر قطیعاً من الغنم علی ان عددہ
کذا وعلی ان کل شاة منه بكذا من الثمن بشرط ان یکون منه کذا
من العدد بلا ثمن وقبضه المشتري علی هذا کیفیة واستهلكه فهل
البيع صحیح أم غیر صحیح وما ذا یلزم المشتري؟ (أجاب) البیع
المذکور فاسد وعلی المشتري قيمة الغنم یوم قبضها والله اعلم۔

یعنی آپ سے ایسے مرد کے بارے پوچھا گیا جس نے کسی دوسرے سے بکریوں کا

[۱] دیکھو شامی، ج: ۷، ص: ۱۸۰، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

آڑھتی نظام کی خرابی اور اس کا حل

ایک ریوڑ خرید اس شرط پر کہ اس کی تعداد اتنی ہو اور اس شرط پر کہ ان میں سے ہر ایک بکری کی قیمت اتنی ہو ساتھ یہ بھی شرط ہے کہ اس ریوڑ میں سے اتنی بکریاں بغیر قیمت کے ہوں گی۔ اور بیع کی اس صورت حال پر اس نے قبضہ کر لیا اور اس ریوڑ کو جان بوجھ کر ہلاک کر دیا گیا کیا یہ بیع صحیح ہے یا نہیں اور کیا مشتری پر کچھ لازم ہے؟

(آپ نے جواب دیا) مذکورہ بیع جہالت مبیع و ثمن کی وجہ سے فاسد ہے اور خریدنے والے پر بکریوں کی قیمت قبضے والے دن کے اعتبار سے لازم ہے۔ واللہ اعلم۔^[۱]

علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ اپنے فتاویٰ میں رقمطراز ہیں:

(سئل) عن دلال له آخر عبداً ليبيعه فأخذ منه وتره عند شخص آخر يريد شراءه فهدب هل يلزم الدلال أم الآخر (أجاب) لا يلزم الدلال شئ لسيدته وأما الآخر فكذاك حيث لم يعين له الثمن ولم يفرط فان عين له الثمن يلزم قيمته

یعنی آپ علیہ الرحمہ سے ایسے دلال کے متعلق دریافت کیا گیا جس کو کسی نے غلام بیچنے کیلئے دیا اس نے اسے پکڑ کر آگے اور ایسے شخص کے پاس چھوڑ دیا جو خریدنے کا ارادہ رکھتا ہے اب اس سے وہ غلام بھاگ گیا کیا دلال پر یا دوسرے شخص پر کچھ لازم ہے یا نہیں؟

تو آپ علیہ الرحمہ نے اس کا جواب دیا: دلال پر غلام کے آقا کیلئے کچھ دینا لازم نہیں ہے اور ربا دوسرا شخص تو اس پر بھی اسی طرح کچھ لازم نہیں ہے کیونکہ اس کیلئے ثمن کو معین نہیں کیا گیا اور نہ ہی اس نے جان بوجھ کر غلام کو بھاگایا ہے اگر ریٹ معین کر دیتا تو قیمت لازم ہو جاتی۔^[۲]

[۱] فتاویٰ خیرہ ص ۲۳۵ مطبوعہ محمد مصطفیٰ فاؤنڈیشن

[۲] فتاویٰ ابن نجیم مصری علی حاشیٰ فتاویٰ غوثیہ ص: ۱۰۴ مکتبہ رشیدیہ سرکی روڈ کوئٹہ

آڑھتی نظام کی خرابی اور اس کا حل

یعنی امانت کو ہلاک کیا اور اس کا علم ہو گیا تو ضمان ہے البتہ امانت کا مال ہلاک ہو گیا تو ضمان نہیں۔

اس وضاحت کے بعد مسئلہ صورت میں بھی ریٹ معین نہیں ہوتا لہذا ہم اس کے بارے میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر آڑھتی کو گندم یا چاول بیچنے کے لیے دلالی بنایا تو یہ گندم وغیرہ آڑھتی کے پاس امانت ہے۔ جس کو جان بوجھ کر ہلاک کرنے کی صورت میں آڑھتی پر تاوان ہو گا اور گندم وغیرہ خدا نخواستہ خود ہلاک اور ضائع ہو جائے تو آڑھتی پر کوئی تاوان اور چٹی نہیں جو وہ کسان کو دے اور نہ ہی کسان اس ہلاک شدہ مال کا بدلہ مانگ سکتا ہے کیونکہ ریٹ معین کرنا بیع ہونے کی دلیل ہے جس کا عدم ایسی صورت حال میں امانت کا مقتضی ہے۔

اور مسئلہ صورت میں ثمن کو مجہول رکھنے کے ساتھ مدت کو بھی مجہول رکھنے کے بارے میں پوچھا گیا ہے تو اس بارے علامہ فخر الدین عثمان ابن علی زہلی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

ولا بد أن يكون الاجل معلوماً لان الجهالة فيه تفضي الى المنازعة اور ضروری ہے کہ بیع میں مدت معلوم ہو کیونکہ بیع میں مدت کی جہالت معاملہ کو جھگڑے تک پہنچا دیتی ہے۔^[۱]

فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

وان شرط الاجل في الثمن والثلثين دين فان كان الاجل معلوماً جاز البيع وان كان مجهولاً ففسد البيع

اور اگر پیسے ادا کرنے میں مدت کی شرط لگائی اور حال یہ ہو کہ پیسے دینے اس پر قرض ہوں پھر دیکھیں گے اگر ادائیگی کی مدت معلوم ہے تو بیع جائز ہے اور اگر مجہول ہے

[۱] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ج: ۴، ص: ۵۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

علامہ شامی علیہ الرحمہ فتاویٰ شامی میں اس بارے رقمطراز ہیں:

قال في المستصفي: التعامل العام: أي الشائع المستفيض، والعرف المشترك لا يصح الرجوع اليه مع التردد، أه: وفي محل آخر منه ولا يصلح مقيداً، لانه لما كان مشتركاً كان متعارضاً أه: مستصفي میں کہا کہ ”تعامل عام“ یعنی وہ مشہور جس سے فائدہ حاصل کیا جاسکے اور ”عرف مشترک“ اس کی طرف رجوع، تردد کے ساتھ صحیح نہیں ہوتا اور دوسرے مقام پر فرمایا عرف مشترک یہ مقید بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا کیونکہ جب مشترک ہو گیا تو متعارض ہو جائے گا۔ (یعنی کسی شے کے ہونے اور نہ ہونے دونوں میں عرف جاری ہو یہ عرف مشترک ہے) اس سے ذرا آگے علامہ شامی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

قال السيد الشهيد: لا تأخذ بأستحسان مشايخ بلخ، بل تأخذ بقول اصحابنا المتقدمين لان التعامل في بلد لا يدل على الجواز مالم يكن على الاستمرار من الصدر الأول فيكون ذلك دليلاً على تقرير النبي صلى الله تعالى عليه وسلم اياهم على ذلك فيكون شرعاً منه فاذا لم يكن كذلك لا يكون فعلهم حجة الا اذا كان كذلك من الناس كافة في البلدان كلها فيكون اجماعاً والاجماع حجة الاترئى أنهم لو تعاملوا على بيع الخمر والربا لا يفتي بالحل

یعنی سید صدر الشہید علیہ الرحمہ: ایک مختلف فیہ مسئلہ میں گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں ہم مشائخ بلخ کے امتحان کو نہیں لیں گے بلکہ ہم اپنے متقدمین احناف کے قول پر عمل پیرا ہوں گے کیونکہ کسی ایک شہر میں تعامل وہ جواز کی دلیل نہیں ہوتا جب تک وہ صدر اول سے مسلسل چلتا نہ آ رہا ہے سوائے صورت میں وہ تعامل خاص نبی اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم

تو بیع فاسد ہے۔ [۱]

اور سوال میں کہا گیا کہ ”اب ہمارا عرف چل رہا ہے“ کوئی حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ یہ معاملہ نص کے خلاف ہے اور نہ تو یہ عرف عام ہے اور نہ ہی یہ عمل تعامل سے ثابت ہے کہ جس سے نص میں تخصیص کی جاسکے۔

چنانچہ علامہ شامی علیہ الرحمہ ”شرح عقود رسم المفتی“ میں رقمطراز ہیں:

ثم اعلم أن العرف قسمان عام وخاص فالعام يثبت به الحكم العام ويصلح مخصصاً للقياس والأثر بخلاف الخاص فإنه يثبت به الحكم الخاص مالم يخالف القياس والأثر فإنه لا يصلح مخصصاً

یعنی عرف کی دو قسمیں ہیں:

1: عام 2: خاص

1- عرف عام:

عرف عام وہ عرف ہے جس کے ذریعے عام حکم ثابت ہو اور اس میں یہ صلاحیت ہو کہ قیاس اور حدیث میں تخصیص کر سکے۔

2- عرف خاص:

بخلاف عرف خاص کے کیونکہ اس کے ذریعے حکم خاص ہی ثابت ہو گا جب تک وہ قیاس یا حدیث کے مخالف نہ ہو، کیونکہ عرف خاص (خود خاص ہوتا ہے اور اپنے حکم میں منحصر ہونے کی وجہ سے) تخصیص کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتا۔ [۲]

[۱] فتاویٰ عالمگیری، جلد: ۳، ص: ۱۴۲، مطبوعہ مکتبہ مابعدیہ کوئٹہ

[۲] شرح عقود رسم المفتی، ص: ۴۰، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

کوئی اور دلیل نہیں۔ اور آپ رضی اللہ تعالیٰ کے نزدیک عموم بلوی کا نص کے مقابلے میں کوئی اعتبار نہیں۔ جیسا کہ آدمی کے پیشاب میں حیوانوں کی منہبت زیادہ عموم بلوی ہے۔ (لیکن آدمی کے پیشاب کی نجاست غلیظہ ہونے پر سب متفق ہیں۔) [۱]

علامہ شامی علیہ الرحمہ اپنے رسالہ "نشر العرف فی بناء بعض الاحکام علی العرف" پر قمر از میں:

اذا خالف الدلیل الشرعی فان خالفه من کل وجه بان لزوم منه ترك النص فلا شک فی ردّه کتعارف الناس کثیر امن المحرمات من الربا و شرب الخمر و لبس الحریر و الذهب و غیر ذلک مما ورد تحريمه نصا وان لم یخالفه من کل وجه بان ورد الدلیل عاما و العرف خالفه فی بعض افرادہ او کان الدلیل قیاسا فان العرف معتبر ان کان عاما فان العرف العام یصلح مخصصا کما مر عن التحریر و یتبرک به القیاس کما صرحوا به مسئلة الاستصناع و دخول الحمام و الشرب من السقا وان کان العرف خاصا فانه لا یعتبر و هو المذهب کما ذکرہ فی الأشباه

یعنی عرف دلیل شرعی کے مخالف ہو جائے تو دیکھا جائے گا کہ وہ ہر اعتبار سے اس دلیل کے مخالف ہے کہ اس عرف کی وجہ سے نص کا ترک لازم آتا ہے تو ایسے عرف کے رد کرنے میں کوئی شک نہیں ہے جیسا کہ لوگوں میں بہت زیادہ محرمات کا عرف چل رہا ہے مثلاً شراب نوشی، ریشم اور سونا وغیرہ پہننا جن کی حرمت پر قطعی نص وارد ہے اور اگر وہ عرف ہر اعتبار سے دلیل شرعی کے مخالف نہ ہو کہ دلیل شرعی میں عموم ہو اور عرف اس کی مخالفت بعض افراد میں

[۱] تبیین الحقائق للزلیلی، ج: ۱، ص: ۷۴، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

کے باقی رکھنے پر دلیل ہو گا لہذا یہ تعامل لوگوں کے عمل سے نہیں بلکہ خود حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف سے ہی مشروع قرار دیا گیا متصور ہو گا اور اگر اس طرح نہ ہو تو لوگوں کا عمل حجت نہیں ہو گا ہاں اگر اسی طرح تمام لوگ تمام شہروں میں کرتے ہوں تو یہ اجماع امت ہو جائے گا اور اجماع بھی ایک حجت شرعیہ ہے۔ محض لوگوں کا عمل حجت نہیں مانا جائے گا کیا اے مخاطب تو نہیں دیکھتا کہ اگر اکثر لوگ شراب اور سود پر عام معاملہ کرنا شروع کر دیں تو اس کے حلال ہونے کا فتویٰ نہیں دیا جائے گا۔ [۲]

علامہ فخر الدین زلیلی علیہ الرحمہ خلاف نص عرف کے غیر معتبر ہونے کے بارے رقمطراز ہیں:

ولئن کان فیہ حرج فلا یعتبر لان الحرج انما یعتبر فی موضع لانص فیہ

اور اگر اس ممانعت سے حرج ہوتا ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں کیونکہ حرج کا اعتبار ایسی جگہ میں ہوتا ہے جس میں نص نہ ہو۔ (بیشک دین اسلام فطرت پر ہے اس کا کوئی حکم معتبر حرج کو ثابت نہیں کرتا۔ ۱۲ امر تفضائی) [۳]

امام زلیلی علیہ الرحمہ خلاف نص عموم بلوی کو غیر معتبر قرار دیتے ہوئے رقمطراز ہیں:

وقال: انہا رکس لم یعارضہ نص آخر ولا اعتبار عندہ بالبلوی فی موضع النص کما فی بول الأدمی فان البلوی فیہ أعم

یعنی امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ لید کو برکی نجاست غلیظہ پر دلیل حضور علیہ الصلوٰۃ کافر مان پیش کرتے ہیں کہ "انہا رکس" یعنی وہ نجاستیں ہیں اور یہ ایسی دلیل ہے جس کے معارض

[۱] فتاویٰ شامی، ج: ۷، ص: ۳۳، ۳۴، مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

[۲] تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق، ج: ۲، ص: ۷۰، مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

کرتا ہو یا دلیل قیاس کے ذریعے ہو تو اس وقت یہ عرف معتبر ہوگا بشرطیکہ عرف عام ہو کیونکہ عرف عام کے اندر ہی صلاحیت ہے کہ وہ دلیل شرعی میں قیاس یا تخصیص کر سکے جیسا کہ ”تحریر“ کے حوالے سے گزر چکا اور اس کے ذریعے قیاس کو چھوڑا جاسکتا ہے۔ جیسا کہ علماء اصولیین نے مسئلہ استصناع، دخول حمام اور شرب من السقا کا عرف کی وجہ سے استثناء کیا ہے۔ اور اگر عرف، خاص ہو تو اس کا اعتبار نہیں کیا جائے گا اور یہی راجح مذہب ہے۔ جیسا کہ اسے ”الاشباہ والنظائر“ میں ذکر کیا گیا ہے۔ [۱]

لہذا خلاصہ یہ نکلا کہ عرف خاص اور عرف مشترک ملتے جلتے ہیں کہ اگر عرف خاص ایک ہی سمت میں ہو تو عرف خاص اور اگر دونوں سمتوں میں یکساں خاص ہے تو عرف مشترک البتہ حجت ہونے میں دونوں ہی غیر معتبر ہیں۔ اور عرف عام بھی اس شرط کیساتھ معتبر ہے کہ وہ نص کے حکم کو من کل الوجوہ ختم نہ کرتا ہو بلکہ تخصیص کرتا ہو ہاں عرف عام سے قیاس کو چھوڑا جاسکتا ہے۔

اور ایسا ہی حکم نص کے مقابلے میں عموم بلوی کا ہے کہ ٹکرائے تو خود گر جائے۔ اور رہا تعامل تو وہ صحابہ کرام اور مجتہدین کے زمانہ اقدس سے چلتا آ رہا ہو تو معتبر ہے ورنہ نہیں۔

اور صورت مسئلہ میں جو عرف ہے یہ عام نہیں خاص ہے اور اس میں تعامل صحابہ کرام اور مجتہدین عظام کے زمانہ سے چلتا نہیں آ رہا اس واسطے یہ غیر معتبر ہے اور اس کا حرج حرج شرعی نہیں کہ معتبر ہو بلکہ لاعلمی، سستی اور تن آسانی ہے۔ اور یہ مخفی نہ رہے کہ قیمت کی مقدار کی تعیین اگر عرف پر چھوڑ دی جائے کہ عرف میں مخدوم وغیرہ کا ریٹ چل رہا ہے اس کے مطابق بیع نافذ کر دی جائے۔ تو یہ بھی نہیں ہو سکتا کیونکہ اگر ہم

[۱] رسائل ابن عابدین ص ۱۱۶ مطبوعہ سہیل انڈیا اردو بازار لاہور

بالفرض عرف کا اعتبار کریں بھی تب بھی کرنسی میں عرف کا اعتبار نہیں ہو سکتا کیونکہ کرنسی میں عرف عملی معتبر نہیں ہوتا بلکہ عرف قولی یعنی زبان سے بیان کرنا یا جو بیان کے قائم مقام ہو معتبر ہوتا ہے۔

چنانچہ علامہ ابن نجیم مصری علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

لكنه جزم في التحرير بأن العادة هي العرف العملي وأن مسألة الدرهم من العرف القولي.

(یعنی مختلف کرنسیوں میں غالب کرنسی پر اعتماد عرف کی وجہ سے ہوگا) لیکن ”التحریر“ میں اس بات پر جزم کیا ہے کہ عادت یہ عرف عملی کو کہتے ہیں جبکہ دراهم و کرنسی میں عرف قولی معتبر ہوتا ہے۔ [۱]

جب ثابت ہو گیا کہ یہ بیع فاسد ہے اب بیع فاسد کا حکم سنئے۔

ماحب ہدایہ علیہ الرحمہ بیان فرماتے ہیں:

ولكل واحد من المتعاقدين فسخه رفعاً للفساد وهذا قبل القبض ظاهر لانه لم يفد حكمه فيكون الفسخ امتناعاً منه وكذا بعد القبض اذا كان الفساد في صلب العقد لقوته

اور متعاقدين میں سے ہر ایک پر بیع کو فسخ کرنا ضروری ہے تاکہ فساد ختم ہو جائے اور قبضہ سے پہلے تو ظاہر ہے کیونکہ بیع فاسد اس کی ملکیت کے حکم کا فائدہ نہیں دیتی تو فسخ بیع اس ملکیت سے روکنے والا ہوگا۔ اور اسی طرح قبضہ کے بعد فسخ بیع ضروری ہے جب فساد اپنی قوت کی وجہ سے صلب عقد میں پہنچ جائے۔ [۲]

[۱] البحر الرائق شرح كنز الدقائق، ج: ۵، ص: ۷۰ مطبوعہ مکتبہ حقایقہ محلہ جلی پشاور

[۲] ہدایہ شریف، ج: ۳، ص: ۶۷ مطبوعہ مکتبہ حقایقہ محلہ جلی پشاور

آزمتی نظام کی خرابی اور اس کا حل

شیخ الاسلام مولانا احمد رضا خاں بریلوی علیہ الرحمہ "فتاویٰ رضویہ" میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے بیع فاسد کے فسخ کے بارے فرماتے ہیں:

"تو بیع اور مشتری دونوں پر واجب ہے کہ توبہ کریں اور اگر موانع فسخ سے کوئی مانع نہ پایا گیا ہو تو واجب ہے کہ بیع فسخ کر دیں۔ زید زمین واپس دے اور بکر پوری قیمت پھر دے اور اگر وہ دونوں نہ مانیں حاکم جبراً فسخ کر دے"

در مختار میں ہے:

يجب كل واحد منهما فسخه قبل القبض أو بعده مادام المبيع بحاله في يد المشتري اعدا ما للفساد لانه معصية فيجب رفعها "بحر" واذا أصر أحدهما على إمساكه وعلم به القاضي فله فسخه جبراً عليهما حقاً للشرع "بزازيه"

(بیع فاسد کا حکم ہے یہ کہ) فساد کو ختم کرنے کیلئے مبیع پر قبضہ سے پہلے یا قبضہ کے بعد جب تک مبیع مشتری کے پاس اپنے حال میں موجود ہے بیع فاسد کو فسخ کرنا بائع اور مشتری میں سے ہر ایک پر واجب ہے کیونکہ یہ معصیت ہے اس لیے اس کو دور کرنا واجب ہے، "بحر"۔ اور اگر ان میں سے کوئی ایک اس کو برقرار رکھنے پر اصرار کرے اور قاضی کو اس کا علم ہو تو وہ حق شرع کے لیے ان دونوں پر جبر کرتے ہوئے فسخ کر سکتا ہے۔ بزازیه

اس کے بعد پھر چاہیں تو آپس میں بیع صحیح کر لیں جتنے ثمن پر تراضی ہو واللہ اعلم۔ [۱]

فتاویٰ رضویہ کے دوسرے مقام پر فتویٰ کا خلاصہ ہے۔

آڑھت میں مال جمع کروا کے اس کی قیمت پہلے ہی آڑھت دار سے لے لینا کہ

آزمتی نظام کی خرابی اور اس کا حل

جب مال بکے گا حساب کر لیں گے حرام ہے البتہ قرض محض آڑھت دار کی مرضی سے لے سکتا ہے۔

اس سے آگے صفحہ نمبر ۱۲ پر فتویٰ کا خلاصہ ہے:

بیع آج کی اور بیع نامہ میں لکھا کہ اس کا نفاذ فلاں تاریخ سے ہو گا بیع فاسد ہو گی اور اس شرط فاسد کا یہ عمل ہوا کہ بیع فاسد و حرام ہوئی ان دونوں پر واجب ہے کہ اسے فسخ کریں۔ [۱]

اب چونکہ بیع فاسد کا حکم بیان کیا جا رہا ہے تو پہلے فاسد کا یہاں مفہوم سمجھ لیجئے۔

فتاویٰ رضویہ میں ہے:

"اور فاسد وہ جس کی اصل حقیقت غلط سے خالی ہو مگر وصف یعنی ان متعلقات میں داخل ہو جو قوام عقد میں داخل نہیں مثلاً شرط فاسدہ اگر رکن محل سالم از غلط ہوں تو بیع شرعی قطعاً متحقق پھر اگر وصف میں غلط ہے مثلاً مبیع مقدور تسلیم نہیں یا آبل مجہول ہے یا کوئی شرط فاسد مضموم، اصل یہ ہے کہ بیع شرع میں مبادلت مال بمال کا نام ہے اسباب قبول اس کے رکن اور مال منقوم محل اور ابل و قدرت تسلیم و شرط وغیرہ اوصاف اور انتقال ملک حکم و اثر ہے بیع اپنے وجود شرعی میں صرف رکن محل کا محتاج ہے کہ بے ان کے اس کے (متحقق کی کوئی صورت نہیں)۔"

جو غلط کہ ان میں ہو گا مبیطل بیع قرار پائے گا جس کا معنی یہ ہوں گے کہ عند الشرع راساً

بیع ہی نہیں غلط رکن مثل بیع (عدم الوجود ہے)۔ [۲]

بیع باطل اور فاسد میں فرق بیان کرتے ہوئے صاحب ہدایہ علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

[۱] فتاویٰ رضویہ، ج: ۱، ص: ۱۲۶، ۱۲۷ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن

[۲] فتاویٰ رضویہ، جلد نمبر: ۱، ص: ۱۳۳ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن

[۱] فتاویٰ رضویہ، ج: ۱، ص: ۵۶۷، ۵۶۸ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن

و شرط أن يكون في العقد عوضان كل واحد منهما مال ليتحقق ركن البيع وهو مبادلة المال بالمال فيخرج عليه البيع بالميتة والدم والحرو والريح مع نفى الثمن
یعنی عقد میں دو عوضوں (مبیع اور ثمن) میں سے ہر ایک کے مال ہونے کو شرط قرار دیا گیا ہے تاکہ بیع کا رکن ”مبادلة المال بالمال“ متحقق ہو سکے لہذا مردار، خون، آزاد اور ہوا کے بدلے بیع اور قیمت کی نفی کے ساتھ بیع خارج ہوگئی۔
اس کے تحت فتح القدیر میں ہے:

كلها باطله لعدم المال في العوض وقيد بنفي الثمن لانها لو سكتا عن الثمن فلم يذكرا بنفي ولا اثبات انعقد فاسداً ويثبت الملك بالقبض موجبا للقيمة لان مطلق البيع يقتضي المعاوضة فاذا سكت عن عوضه كان عوضه قيمة وكانه باعه بقيمة فيفسد البيع۔
یہ تمام بیع باطل کی اقسام ہیں کیونکہ عوض میں مال معدوم ہے اور مصنف علیہ الرحمہ نے ثمن کو نفی کی قید کے ساتھ بیان کیا کیونکہ اگر بائع و مشتری دونوں ہی ثمن کے ذکر سے خاموش رہے اور نہ ہی نفی یا اثبات میں اس کے بارے میں ذکر چھڑا تو بیع فاسد منعقد ہوگئی اور مبیع کی ملکیت قبضہ کے ساتھ ثابت ہو جائے گی جو موجودہ قیمت کو لازم قرار دے گی کیونکہ مطلق بیع وہ لین دین کا تقاضا کرتی ہے جب وہ عوض سے خاموش رہا تو اس کا عوض اس کی قیمت ہو جائے گا گویا اس نے جو اس کی قیمت ہے اس کے مطابق بیع کی تو بیع فاسد ہو جائے گی۔ (اور بیع میں نفی ثمن، مطلق بیع کا وجود ثابت نہیں کرتی بلکہ ”بشرط لاشی“ کے درجہ میں تخصیص کی بنا پر باطل ہے۔) [۱]

[۱] فتح القدیر شرح الصداۃ ج: ۶ ص: ۲۲۶ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

پھر ذرا اس متن سے آگے صاحب عنایہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں:

أما اذا كان قبل القبض فلما تقدم أنه لم يفد الحكم فكان الفسخ امتناعاً من أن يفيد الحكم وأما اذا كان بعده فلا يخلو أما ان يكون الفساد في صلب العقد أي لمعنى في أحد البدلين كببيع درهم بدرهمين وبيع ثوب بخمسة الخ

یعنی بیع فاسد میں متعاقدين میں سے ہر ایک کیلئے بیع کے فساد کو ختم کرنے کیلئے فسخ کرنا ضروری ہے خواہ قبضہ سے پہلے ہو یا بعد میں البتہ قبضہ سے پہلے اس لیے کہ اس نے ابھی حکم ملکیت کا فائدہ نہیں دیا اس صورت میں فسخ بیع ملک حکم کے فائدہ کو روک رہا ہے اور اگر مبیع پر قبضہ کرنے کے بعد ہے تو پھر دو حال سے خالی نہیں کہ فساد ”صلب عقد“ میں یعنی بدیلین میں سے کسی ایک میں مفہوم ہوگا جیسے ایک درہم کی دو درہموں کے بدلے بیع اور کپڑے کو شراب کے بدلے پینا۔

یا ایسی شرط فاسد جو زائد ہوگی جیسا کہ اس شے کی شرط لگانا جس کے ذریعے متعاقدين میں سے کوئی ایک بھی نفع حاصل کر سکتا ہو اور نیز روز و مہر جان اور اس کے علاوہ کسی مخصوص دن تک بیع کو مؤخر کر دینا۔ اگر پہلی صورت (صلب عقد میں فساد والی ہے) تو طرفین علیہما الرحمہ کے نزدیک صاحب مبیع کی موجودگی میں متعاقدين میں سے ہر ایک پر بیع کو فسخ کرنا ضروری ہے۔ کیونکہ فساد قوی ہو گیا ہے۔ اور امام ابو یوسف علیہ الرحمہ کے نزدیک صاحب مبیع موجود ہو یا نہ ہو بہر صورت مبیع کو فسخ کرنا ضروری ہے۔

اور اگر دوسری صورت ہے تو قبضہ سے پہلے پہلے متعاقدين میں سے ہر ایک کیلئے فسخ کا اختیار ہے اور اگر قبضہ ہو گیا تو وہ شخص جس نے شرط لگائی تھی وہ اسے صاحب مبیع کی موجودگی میں فسخ کر دے جب تک مبیع مشتری کے قبضہ میں بغیر کسی تصرف کے موجود ہو۔ اور اگر

تصرف ہو گیا تو اس میں تفصیل ہے۔ (حق یہی ہے کہ کئی میں نقصان پورا کرتے ہوئے اور زیادتی میں اپنا حق رکھتے ہوئے بیع فسخ کر دی جائے)

(یعنی فساد صلب عقد میں ہو تو بیع کو فسخ کرنا ضروری ہے۔) [۱]

”صورتِ مسئلہ میں ٹمن مجہول ہیں اور ایک میعاد تک ادا کرنے کا وعدہ ہے“

فتح القدیر کی گزشتہ عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ ٹمن کی نفی بشرط لاشئ کے درجہ میں ہے۔ جس سے بیع باطل ہوتی ہے اور عدم تعین ٹمن میں بیع فاسد ہے۔ ویوجب الملكية

بعد القبض موجباً للقيمة يوم القبض

”فتاویٰ رضویہ“ میں ٹمن کی جہالت سے واقع ہونے والے فساد کے متعلق اٹھنرت علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

”بکر نے جبکہ تعین ٹمن انقضائے مجلس بیع کے بعد کی وہ فساد بالا جماع مقرر ہو گیا۔ اب نہیں اٹھ سکتا جب تک یہ بیع فسخ نہ کی جائے۔“ [۲]

پھر فساد کے مقرر ہونے پر دوسرے مقام پر رقمطراز ہیں:

صلب عقد بدلان ہیں۔ فتح القدیر میں اسی مسئلہ آجال مجہولہ میں ہے:

صلب العقد بدلان (صلب عقد دونوں بدل ہیں) یعنی ٹمن و مبیع (یہ فساد بھی مرتفع نہیں ہو سکتا جب تک اسی عقد ہی کو فسخ نہ کریں یہاں نفس مجلس عقد میں اصلاح بھی کار آمد نہیں جیسے ایک روپیہ دو روپے کو بیچے پھر قبل افتراق زائد روپیہ سا قلم کر دے عقد صحت کی طرف عود نہ کرے گا۔ [۳]

[۱] عتایہ شرح الہدایہ، ج: ۶، ص: ۴۲۷ علی مش فتح تقدیر مطبوعہ حقایقہ پشاور

[۲] فتاویٰ رضویہ، ج: ۱، ص: ۱۷۷ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

[۳] فتاویٰ رضویہ، ج: ۱، ص: ۱۸۲ مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

فإن قلت عبارة الفتح يقتضى ثبوت الملكية في البيع الفاسد بعد القبض وعبارة العطايا النبوية يقتضى فيه فساداً مستقراً لان الفساد وصل إلى صلب العقد، هذا تعارض ظاهر كيف التوفيق بينهما؟

قلت لا تعارض بينهما لان جهة عبارة الفتح تدل على الملكية في البيع الفاسد بعد القبض فقط وأما عبارة العطايا فيبين خباثة الفساد بعد الملكية في البيع الفاسد وأما مقتضى عبارة الفتح فبينه الفاصل البريلوى عليه الرحمة في فتاواه بأن قال ”والمبيع بالمبيع الفاسد بعد القبض مملوك كما في عامة الكتب نعم: يبقى خباثة في حق المشتري فالتفاسخ واجب“ [۱]

قال العبد الضعيف هذا الفساد تأكد بتفرق البائع والمشتري قبل الإبطال كما في الشامي هذا التوفيق والموافقة عندى والله أعلم بالصواب (المرتضى غفر له)

سو معلوم ہو گیا کہ بیع فاسد میں فساد قبضہ سے پہلے تو ہوتا ہی ہے لیکن فساد مقرر ہونے کی وجہ سے فساد صلب عقد تک جا پہنچے تو پھر قبضہ کے بعد بیع توڑے بغیر فساد نہ اٹھے گا اگرچہ مال میں خباثت دونوں صورتوں میں ہے اور ایسی بیع برقرار رکھنا حرام ہے لہذا مسئلہ صورت میں گزشتہ عبارات کی روشنی میں یہی شرعی حکم ہے کہ کسان اور آزہتی اس بیع کو فسخ کریں اور نئے سرے سے قیمت کا ذکر کر کے بیع کی شرائط وارکان کے ساتھ بیع کریں ورنہ اس کا حرام میں جس طرح کسان شریک ہے اسی طرح آزہتی بھی برابر کا شریک

[۱] العطايا النبوية في الفتاوى الرضوية ۱۱۵/۱، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

ہے۔ اور غیث مال کھانے سے حلال کا قلمہ شریعت مطہرہ کے مطابق کھانا اچھا ہے۔ کوئی کتنا ہی بڑا بزرگ ہو سب اس دین محترم کے خادم ہیں ہٹ دھرم، انانیت پر برقرار رہنے والے اور خواہ مخواہ شریعت میں اپنی رائے قائم کرنے والا خادم شریعت نہیں ہو سکتا۔ خیال رہے ہم کسی مسئلے کے شارح نہیں مظہر ہیں۔ شریعت کے کسی مسئلہ کو حقیر سمجھنا کفر ہے اور مسائل کو دلائل سے سمجھنا عین حقیقت ہے۔ حق سن کر ماننا محبت اسلام کی دلیل ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صدقہ شریعت مطہرہ کا خادم اور انگریزیت سے ہمہ جہت چھٹکارا عطا فرمائے۔ آمین

عل:

اب رہا اس کا معاشی طریقے سے حل تو وہ اس صورت میں اس طرح ممکن ہے کہ:

نمبر 1: بائع (کسان) مشتری (آڑھتی) کو گندم بطور قرض دے دے اور اس قرض کے واپس لینے کی ایک مدت معین کر لے خواہ وہی مدت معین کر لے جو گندم یا چاول وغیرہ کے ریٹ کے بارے میں مدت کبھی تھی۔ پھر جب وہ مدت گزر جائے اور بازار کا نرخ تیز ہو جائے تو اپنا قرض واپس لے لے خیال رہے کہ اگر اس کی قیمت قرض میں واپس لے تو قرض لینے کے دن کا اعتبار ہوگا اور یقیناً وہ قیمت تھوڑی ہوگی جس پر یہ کسان رضا مند نہ ہوگا تو یوں کرے کہ آڑھتی چونکہ مقرض ہے وہ اسے وہی گندم یا کوئی اور اتنی ہی اسی جنس سے گندم اس کسان کو دے دے آڑھتی کا قرض اتر جائے گا یہ کسان اس پر قبضہ کر لے پھر جو موجودہ ریٹ چل رہا ہے اس کے مطابق کسان آڑھتی کو گندم بیچ دے یہ مشقت اسے حرام سے بچنے کیلئے کرنی ہوگی۔

نمبر 2: دوسرا طریقہ یہ ہے کہ کسان، آڑھتی کو اپنا وکیل بنا کر گندم دے دے کہ جب ریٹ زیادہ ہوگا بیچ دینا اور غالباً ریٹ اسی مدت میں زیادہ ہوگا جو وہ متعین کرتا تھا تو اس

وقت کیلئے اس کے پاس یہ گندم وغیرہ امانت ہوگی اور اس میں گندم، چاول وغیرہ کو نہ آگے بیچ سکتا نہ اس میں کسی قسم کا تصرف کر سکتا ہے ہاں حفاظت کیلئے کوئی طریقہ اختیار کرنا وہ مانع نہیں لیکن نرخ زیادہ کرنے کیلئے چاول وغیرہ کی صفائی، دھان کی کانٹ چھانٹ اور اسے سیلر ملز کے تصرفات سے گزارنا اس طریقہ میں ناجائز ہوگا۔ کیونکہ وکیل بنانے کی صورت میں یہ مال امانت ہوگا۔ اور اس صورت میں وکیل پر اور مال پر امانت کے قوانین جاری ہوں گے۔

چنانچہ فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

ومنه أنه أمين في يده كالمودع فيضمن بما يضمن به المودع

ويبرأ به

یعنی اس وکالت میں سے ایک بات یہ ہے کہ وکیل کے قبضہ میں جو ہوتا ہے وہ اس میں امین ہوتا ہے جیسا کہ ودیعت دیا ہوا شخص سوا شئیء کا ضمان دیا جائے گا جس کا ضمان ودیعت دیے ہوئے شخص کو ٹھہرایا جائے گا اور جس سے وہ اظہار برأت کرے۔^[۱]

شمس الائمہ ابو بکر محمد ابن احمد ابن ابوسہل سرخسی حنفی علیہ الرحمۃ "المبسوط" میں رقمطراز ہیں:

واذا أمر الرجل رجلاً ببيع عبد له ودفعه اليه فقال الوكيل قد بعته من هذا وقبضت الثمن وهلك عندى وادعى المشتري ذلك فهو جائز والوكيل مصدق فيه مع يمينه (لانه مسلط على البيع وقبض الثمن وقد أجبر بما جعل مسلط عليه في حال قيام تسليط ولا تتمكن التهمة في جبره وهو أمين بما دفع اليه فاذا أخبر بأداء الأمانة

فیہ کان القول قولہ مع یمینہ

یعنی جب کسی مرد نے دوسرے مرد کو اپنے غلام بیچنے کا حکم دیا اور اسے وہ غلام سپرد کر دیا (یہ مرد وکیل ہو گیا) پھر وکیل نے کہا میں نے اس غلام کو اتنے کا بیچا اور مٹن پر قبضہ بھی کر لیا اور وہ مٹن مجھ سے ہلاک ہو گئے ہیں مشتری نے اس کا دعویٰ کر لیا تو جائز ہے اور وکیل کی اس بارے تصدیق قسم کے ساتھ کر لی جائے گی۔ کیونکہ وکیل بیع پر مسلط تھا اور اس نے مٹن پر قبضہ کیا اور تحقیق اسے مجبور کیا گیا ہے اس شے پر جس پر اسے تسلیط قائم ہونے کی حالت میں مسلط کیا گیا اور اسے مجبور کرنے میں تہمت ممکن نہیں ہے کیونکہ جوشی اسے دی گئی وہ اس میں امانت دار تھا پھر جب اداء امانت کی خبر دی گئی تو بات امانت دار کی قسم کے ساتھ معتبر ہوگی۔ [۱]

اور اگر تصرف کی اجازت لے لی تو یہ قرض ہو جائے گا۔ چنانچہ فتاویٰ رضویہ میں ہے۔ ”ہاں چندہ دہندہ اجازت دے جائیں تو حرج نہیں اس حالت میں جب سیٹھ تصرف کرے گا روپیہ امانت سے نکل کر اس پر قرض ہو جائے گا جو عند الطلب دینا آئے گا اگرچہ کوئی میعاد مقرر کر دی ہو۔“ [۲]

نمبر 3: تیسرا طریقہ یہ ہے کہ کسان آزہتی کو موجودہ ریٹ کے مطابق بیچ دے پھر پیسے آزہتی پر قرض رہنے دے پھر جب وہ مدت آجائے جس کا لحاظ رکھنا چاہتا ہے تو کسان آزہتی سے ان پیسوں کے بدلے اتنی ہی گندم خرید لے پھر اس پر قبضہ حقیقی یا علکی کر لے پھر دوبارہ آزہتی کو اتنے کی بیچ دے جتنا موجودہ ریٹ ہے اور وہ ریٹ اس کسان کے مرضی کے مطابق ہے۔

[۱] المصنوع، ج: ۱۹، ص: ۵۶، مطبوعہ مکتبہ غفاریہ کاشی روڈ کوئٹہ

[۲] فتاویٰ رضویہ، ج: ۱۹، ص: ۱۶۶، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور

اس کے علاوہ بھی کئی ایک حیلوں سے اس مسئلہ کا حل موجود ہے۔ لیکن آسانی کے پیش نظر ان ہی پر اکتفاء کیا ہے۔ نیز یہ حیلے حرام کھانے پینے کے بلکہ حرام سے بچنے کیلئے اختیار کیے گئے ہیں۔ اور ایسے حیلوں کا ثبوت قرآن و حدیث میں موجود ہے۔

حضرت ایوب علیہ السلام جب ظاہری طور پر بیماری میں مبتلا تھے تو ایک دن آپ کی خدمت گزار و جد محترمہ دیر سے تشریف لائیں تو آپ علیہ السلام نے اماں جی علیہ الرحمہ کے دیر سے حاضر ہونے پر سو ضر میں مارنے کی قسم کھائی پھر حضرت ایوب علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تندرستی دینے کے بعد فرمایا:۔

وَأَخَذَ بِيَدِكَ ضِعْفًا فَاصْرِبْ بِهِ وَلَا تَخْتَفُ (ص: ۴۴)

”اے ایوب اپنے ہاتھ میں ایک (سو تنگے والا) جھاڑو لے کر اس سے مارا اور قسم نہ توڑ۔“
تو یہاں سو کوڑے مارنے کی قسم کو سو تنگے والے جھاڑو میں بدل کر پورا فرمانا حیلہ سے ادا کرنے کا واضح ثبوت ہے۔

اسی طرح حدیث شریف میں بھی حیلہ کا جواز موجود ہے چنانچہ: امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنی سند کے ساتھ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صاحب کو خیر پر عامل صوبہ کر کے بھیجا وہ خدمت اقدس میں عمدہ کھجوریں لے کر حاضر ہوئے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا خیر کی تمام کھجوریں ایسی ہی عمدہ ہیں۔ عرض کی نہیں، خدا کی قسم یا رسول اللہ! ہم اس میں ایک صاع دو صاع کے دو صاع تین صاع کے بدلے لیتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایرانہ کر و اپنی کھجوریں روپوں کے عوض بیچ کر پھر روپوں سے یہ چھوہارے خرید لو۔ (اور یہی حیلہ ہے)۔ [۱]

[۱] صحیح البخاری، ج: ۱، ص: ۲۹۳، مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی

آزمتی نظام کی خرابی اور اس کا حل

والله اعلم بالصواب وعندہ ام الكتاب
والله أسأل ان يعطينا علماً نافعاً و رزقاً حلالاً طیباً و شفأاً من
کل داء و ایماناً کاملأ و جاراً صالحاً فی الدین و الدنیا و الآخرۃ بحرمۃ
سید الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وسلم دائماً

فقط

ضمیر احمد مرتضائی غفرلہ ابی

۳۰ صفر المظفر ۱۴۳۱ھ

بمطابق ۱۵/۰۲/۲۰۱۰ء بروز پیر

والحمد لله على ذلك

اس تحقیق کا نام "جہد حکم الشمن فی جہالۃ الشمن" رکھتا ہوں۔

الجواب صحیح، سوال کے مطابق تحقیق درست ہے
اللہ کریم عزوجل حبیب کی کوششوں کو غرور اور رائے،

مرتبہ الشفاء

از اساتذہ (جامعہ نظامیہ) دارالافتاء
۲۰۱۰-۲-۱۵

الجواب صحیح
(منہج) محمد رفیع الرحمن
دارالافتاء جامعہ نظامیہ دارالافتاء

۱۵-۱۱-۱۴

دارالافتاء
جامعہ نظامیہ دارالافتاء

آزمتی نظام کی خرابی اور اس کا حل

دارالافتاء جامعہ نعیمیہ

علامہ اقبال روڈ گٹھمی شاہو لاہور پاکستان

کیپڈ: ۹۲۷۷/۱۴: ۱۰/۱۱/۱۴: رخ: daruliftajamianaemias@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کیا فرماتے ہیں علماء کرام و مفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ آج کل ہمارے آزمتی
نظام میں ایک طریقہ رائج ہے کہ آزمتیوں نے مندیوں میں اپنے کمیشن شاپ بنائے
ہوتے ہیں جس میں باہر سے آنے والے افراد اپنا مال اگر نہیں بیچنے کیلئے دیں تو وہ
اس سے فی بوری یا فی کلو کے حساب سے اپنا کمیشن رکھتے ہیں مثلاً پیاز فی کلو اگر پچاس
روپے کا بکتا ہے تو اس میں پینتالیس مالک کے ہوں گے اور پانچ کمیشن شاپ والے
کے ہوں گے، کیا یہ رائج طریقہ جائز ہے یا نہیں؟ اگر ناجائز ہے تو اس کا کوئی جائز عمل بھی
موجود ہے؟

بینوا توجروا

سائل

حافظ محمد وقاص نقشبندی مرتضائی

مدرس جامعہ مرتضائیہ قلعہ شریف ضلع شیخوپورہ

کہ ہر دس دیناروں میں اتنا کمیشن ہوگا تو یہ ان پر حرام ہے۔ [۱]

یہ خیال رہے کہ اجارہ کی تعریف میں یہ بات بالکل واضح ہے تمليك نفع مقصود من العين بعوض یعنی عین شے سے مقصود منفعت کا عوض کے بدلے مالک بنانا تو جب اجارہ میں عین شے کا اجارہ "اجارہ فاسدہ" کہلاتا ہے تو اس آزہتی کا عین شے سے اپنا کمیشن لینا اجرت صحیحہ نہیں بلکہ یہ اجارہ فاسدہ ہے اور جہاں اجارہ فاسدہ ہو وہاں مثلی اجرت لازم ہوتی ہے۔ لہذا آزہتی اپنی کمیشن مثلی اجرت کی صورت میں لے سکتا ہے۔ علامہ شامی علیہ الرحمہ نے اجارہ فاسدہ کو اجارہ صحیحہ میں بدلنے کا ایک حیلہ رقم فرمایا ہے:

وذكر هنا الإجارة اذا وقعت على العين لا تصح، فلا تجوز على استئجار الأجسام والحياض لصيد السمك أو رفع القصب وقطع الحطب أو سقى أرضه أو لغنبيه منها وكذا إجارة المرعى والحيلة في الكل أن يستأجر موضعاً معلوماً يعطن الماشية يبيح الماء والمرعى، وإنما يحتاج إلى إباحة ماء البئر والعين إذا أقي الشرب على كل الباء وإلا فلا حاجة إلى الإذن إذا لم يضر بحریم البئر أو النهر. استأجر نهراً يابساً أو أرضاً أو سطحاً مدة معلومة ولم يقل شيئاً صريحاً أنه يجرى فيه الماء اه

"یعنی اس جگہ اجارہ کا ذکر کیا گیا کہ جب وہ عین پر واقع ہو تو وہ صحیح نہیں ہو تا سو جھاڑیوں اور پھلیوں کے شکار پر حوض نما گڑھوں کو اجرت پر لینا یا بانسوں کو اٹھانے اور لکڑیوں کو کاٹنے کیلئے یا اپنی زمین کو سیراب کرنے کے لئے یا اس سے اپنی بکریوں

[۱] فتاویٰ شامی، ج: ۹، ص: ۱۰۷ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

الجواب بعون الله الوهاب

صورتِ مسئلہ میں کمیشن شاپ کا اتنی ہی کمیشن رکھنا جائز ہے جتنا اس کمیشن شاپ نے اس مال پر اپنا عمل اور کام کیا ہے اور اسے مثلی اجرت کہتے ہیں۔ البتہ اس میں آزہتی (کمیشن ایجنٹ) کا متعین کرنا کہ ہر گلو پر پانچ یا دس روپے اس کے ہوں گے یہ ناجائز اور حرام ہے چنانچہ فتاویٰ شامی میں اجارہ فاسدہ کے تحت "بزازیہ" کے حوالے سے مسئلہ کو یوں بیان فرماتے ہیں:

"إجارة السمسار والمندى والحماوى والصكاك وما لا يقدر فيه الوقت ولا العمل تجوز لما كان للناس به حاجة ويطيب الأجر الماخوذ لو قدر أجر المثل.

یعنی آزہتی، منادی کرنے والا، حمام کا نگہبان، تحریری معاہدہ لکھنے والا اور وہ کام جس میں وقت و عمل متعین و مقرر نہیں کیے جاتے ان کا اجارہ جائز ہے کیونکہ اس میں لوگوں کو حاجت ہوتی ہے اور جو اجرت اس میں ملے وہ اس کیلئے لینی جائز ہے بشرطیکہ مثلی اجرت مقرر کی جائے۔ [۱]

اور "تاتارغانیہ" کے حوالے سے علامہ شامی علیہ الرحمہ رقمطراز ہیں:

وفي الدلال والسمسار يجب أجر المثل وما تواضعوا عليه أن في كل عشرة دنانير كذا فذاك حرام عليهم.

دلال اور آزہتی کیلئے مثلی اجرت لازم ہے اور وہ اجارہ جو آزہتی حضرت طے کر لیتے ہیں

[۱] رد المحتار علی الدر المختار، ج: ۹، ص: ۸۷ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

کو پانی پلانے کیلئے اجرت پر لینا جائز نہیں ہے اور اسی طرح چراگاہ کو اجرت کیلئے لینا ناجائز ہے اب ان تمام اشیاء میں جواز کا حیلہ یہ ہے کہ وہ ایسی معلوم جگہ کو اجرت پر لے لے تاکہ جانوروں کو بٹھاسکے اور پانی و چراگاہ کو مباح کر سکے لیکن کنویں اور چشمے کے پانی کو مباح کرنے کی طرف محتاجی ہوتی ہے جب ہر پانی پر گھاٹ ہو ورنہ اجازت کی طرف کوئی محتاجی نہیں ہوگی اس شرط کے ساتھ کہ کنویں یا نہر کے کناروں کو نقصان نہ پہنچایا جائے۔ (معلوم جگہ کو کرائے پر اس طرح لے) خشک نہر یا زمین کو یا چھت کو معلوم مدت تک کیلئے کرایے پر لے لے مزید کچھ نہ کہا تو یہ اجارہ صحیح ہے اور اس کرایہ پر لینے والے کیلئے یہ جائز ہوگا کہ اس میں پانی جاری ہو جائے (اور وہ اسے اپنے استعمال میں لے آئے)۔

فقیر کا کہنا کہ القدر عرض گزار ہے کہ جن امور کو علامہ شامی علیہ الرحمہ نے بیان فرما کر ان میں حیلہ جواز بیان کیا یہ وہ امور ہیں جو مباحات کے قبیل سے ہیں ان اشیاء کو جو استعمال میں لائے گا وہ اس کی ملکیت میں چلے جائیں گے سوان میں نیابت اور وکالت نہیں ہو سکتی کیونکہ مباحات میں وکیل بنانا جائز نہیں ہوتا۔ چنانچہ "فتاویٰ قاضیخان" میں ہے:

ولا يصح الوكالة بالمباحات كالإحتطاب والإحتشاش والإستسقاء واستخراج الجواهر من المعادن فما أصاب الوكيل شيئاً من ذلك فهو له.

اور مباحات میں وکالت صحیح نہیں ہوتی جیسے جنگل کی لکڑی کاٹنا، گھاس کاٹنا، دریا یا کنویں سے پانی بھرنا، کان سے جوہرات نکالنا جو کچھ ان سب میں حاصل ہوگا وہ سب

وکیل کا ہوگا۔

اس واسطے ان امور میں مقامات اور مواضع کو اجرت پر لے کر اجارہ فائدہ کو ختم کرنے کا حیلہ کیا گیا ہے اور مثلی اجرت کی بجائے اپنے طے شدہ اجارہ صحیحہ کے مطابق اجرت مقرر کرنے کو جائز ٹھہرایا گیا ہے سو آڑھت کے مال میں مقصود آزہتی کا مال کو پہچنا ہوتا ہے نیشن شاپ کی مخصوص جگہ کے علاوہ بھی بیچا جاسکتا ہے لہذا یہ مخصوص جگہ اس مال کو بیچنے میں ضرورت و حاجت کے اندر نہیں آتی جب مقصود مال پہچانی رہا تو اب مال ایسی شئی ہے جس میں نیابت جاری ہو سکتی ہے۔ لہذا ہم اس مسئلہ صورت کے مطابق آزہتی نظام کی خرابی کا حل یوں بیان کر سکتے ہیں کہ آزہتی کو مالک اپنے مال کا باقاعدہ وکیل بنادے اور وکالت کی اجرت متعین کر دے اور یہ اجارہ صحیحہ ہے جس میں یہ نہیں ہوگا کہ فی کلویانی بوری میں آزہتی وکیل کے استنہ روپے نیشن ہوں گے بلکہ کل مال کی وکالت کی اجرت پہلے متعین کر دی جائے گی اور یہ اجرت مثلی اجرت کے علاوہ ہے اور یہ جائز طریقہ ہے۔ چنانچہ علامہ ابن عابدین شامی علیہ الرحمہ وکالت کے الفاظ سے وکیل ہونے اور رسالت (پیغام) کے الفاظ سے رسول (پیغام رساں) ہونے کے متعلق گفتگو فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

ويؤيده ما في الولو اجيه : دفع له ألفاً وقال : اشتري بها أوبع أوقال اشتري بها أوبع ولم يقل "لى" كان تو كيلا وكذا اشتري بهذا الألف جارية وأشار الى مال نفسه ولو قال اشتري هذه الجارية بألف درهم كان

(i) فتاویٰ قاضیخان، ج: ۳، کتاب الوکالۃ، فصل فیما یكون به وکیلا وما لا یكون، ص: ۱۳۷

مطبوعہ المکتبۃ الحنفیہ پشاور

(ii) شعی علی تہذیب التعلیق شرح کنز الدقائق، ج: ۴، ص: ۲۵۷، مطبوعہ مکتبۃ المدینہ، ملتان

(iii) فتاویٰ مالگیری، ج: ۳، ص: ۵۶۳، مطبوعہ مکتبۃ ماہدیہ طونی رود کوئٹہ

مشورة والشراء للمأمر إلا اذا زاد على أن أعطيك لأجل شرائك
درهما لأن اشتراط الأجر له يدل على الإنابة اهـ وأفاد أنه ليس كل أمر
توكيلا بل لابد مما يفيد كون فعل المأمور بطريق النيابة عن الأمر
فليحفظ اهـ

یعنی بیان کردہ کی تائید وہ عبارت کرتی ہے جو فتاویٰ دلوالبجیہ میں ہے کہ مالک نے کسی شخص کو
ہزار دیا اور کہا اس ہزار کے بدلے میرے لیے خرید یا بیچ یا کہا اس ہزار کے بدلے خرید یا
بیچ۔ ”میرے لیے“ نہ کہا تو یہ توکیل ہو جائے گی اور اسی طرح اس ہزار کے بدلے لوٹنی خرید
اور اشارہ اپنے مال کی طرف کیا اور اگر کہا: اس لوٹنی کو ہزار درہم کے بدلے خرید تو یہ مشہور
ہوگا اور جس کو حکم دیا گیا اس کیلئے خریدنا ہوگا مگر یہ کہ جب وہ اس صورت میں یہ الفاظ زیادہ
کردے کہ اس شرط پر کہ میں تجھے تیرے خریدنے کی وجہ سے ایک درہم دوں گا کیونکہ اس
کیلئے اجرت کی شرط نائب بنانے پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس عبارت نے یہ فائدہ دیا کہ ”ہر
حکم وکیل نہیں بناتا بلکہ ضروری ہے کہ وہ حکم ان امور میں سے ہو جو مامور (حکم دیے گئے
شخص) کے فعل کو حکم دینے والے کی طرف سے بطریق نیابت امر کا فائدہ دے۔“ سو اس
فائدہ کو محفوظ کر لے۔ [۱]

اس عبارت سے معلوم ہو گیا کہ جب بطریق نیابت مالک آزہتی کو مال بیچنے کا حکم
دے گا تو وہ مالک کا وکیل ہو جائے گا اور اگر باقاعدہ لفظ وکالت سے وکیل بنایا جائے تو اس
مسئلہ میں آزہتی بطریق اولیٰ وکیل بن جائے گا اور وکیل کو مٹنی اجرت سے ہٹ کر متعین
اجرت لازم ہوگا۔

[۱] (i) فتاویٰ شامی، ج: ۸، ص: ۲۷۳ مطبوعہ المکتبۃ النعمانیہ پشاور

(ii) بحر الرائق شرح سنن الدقائق، ج: ۷، ص: ۲۷۳ مطبوعہ المکتبۃ النعمانیہ پشاور

”نکتہ شامی“ میں علامہ محمد علاء الدین ابن محمد امین آفندی علیہما الرحمہ فرماتے ہیں:
ويستفاد هذا من قول الشارح "لكونه متبرعا" قبل الاستثناء
فافهم أنه اذا كان بأجر و لذا قال بيرو زادة في حاشيته أما اذا كان
بأجر كدلال والسمسار والبيع يجر على استيفاء الثمن (لأن أن
قال) وفي شرح المجمع لابن أبي الضياع بعد كلام وأما الذي يبيع
بالأجر كالبيع والسمسار فيجعل كجارة صحيحة بحكم العادة ويجر
على التقاضي والاستيفاء لأنه وصل اليه بدل عمله كالمضارب اذا
كان ربح يجر على التقاضي واستيفاء الثمن

یعنی شارح علامہ حصکفی کے قول ”کہ وکالت ایک متبرع امر ہے“ جو استثناء سے پہلے
ہے اس سے ایک بات سمجھ آتی ہے اسے سمجھنا چاہیے کہ جب وکالت اجرت کے بدلے ہو تو وکیل
کو اجرت دینے پر مجبور کیا جائے گا اسی وجہ سے ”بیرو زادہ“ نے اپنے حاشیہ میں فرمایا کہ
جب وکالت اجرت کے بدلے ہو تو وہ دلال، آزہتی اور خرید و فروخت پر اجرت لینے والوں کی
طرح ہوگا پورے ثمن ادا کرنے پر اسے مجبور کیا جائے گا۔

ابن البزیم کی ”شرح المصباح“ میں اس مسئلہ پر کچھ کلام کرنے کے بعد لکھا ہے ”اور
وہ جو اجرت کے بدلے خرید و فروخت کرتے ہیں جیسا کہ بیع و شراء کرنے والے اور آزہتی
حضرات سوا سے عرف و عادت کے مطابق اجارہ صحیح کی طرح بنا دیا جائے گا اور اجرت پر
کام کرنے والے کو اجرت ادا کرنے اور طے کردہ پورے ثمن دینے پر مجبور کیا جائے گا
کیونکہ اجرت پر کام کرنے والے کے عمل کا بدلہ اجرت پر لینے والے کی طرف پہنچتا ہے۔
جیسا کہ مضارب جب نفع پہنچ جائے تو مالک کو پیسے ادا کرنے اور طے شدہ پورے ثمن

دینے پر مجبور کیا جائے گا۔^[۱]

سوان عبارات کا خلاصہ یہ نکلا کہ وکالت بنیادی طور پر ایک امر متبرع ہے جس پر اجرت نہیں ہوتی اگر اس پر اجرت مقرر کر لی تو یہ جائز ہے بلکہ مؤکل سے اس کی اجرت دلوانے پر جبر کیا جائے گا۔ نیز اس عبارت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ دلال اور آڑھتی حضرات کی اجرت مقرر کردی جائے تو یہ اجارہ صحیح ہے چونکہ آڑھتی کی کمیشن اجارہ فائدہ تھی جس کی صورت گزشتہ بیان ہوئی تو وہاں فائدہ اجرت کی وجہ سے جائز طریقہ کو اختیار کرتے ہوئے منشی اجرت رکھی گئی تھی جبکہ ان عبارات میں بیان کردہ صورت کے اندر شروع سے ہی اجرت مقرر کر کے اجارہ صحیح کا حکم بیان کیا گیا ہے اور مکمل کام پر اجرت بتادی گئی ہے اور اگر آڑھتی اور دلال کو وکیل بنالیا جائے تو اجارہ صحیح کی صورت کی طرح ایک صورت بن جائے گی۔

نمبر ۲

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ آڑھتی اس مال لانے والے مالک کے ساتھ بطریق مضاربت شرکت کر لے اور مضاربت میں ایک شخص کا مال ہوتا ہے اور دوسرے شخص کی محنت و فن ہوتا ہے پھر نفع میں برابر برابر یا طے کردہ کے مطابق دونوں شریک ہو جاتے ہیں۔ اب منڈیوں میں مال بیچنا بھی ایک خاص فن ہوتا ہے اور اس کیلئے مخصوص اڈا کا ہونا لوگوں کی توجہ کو زیادہ مبذول کرتا ہے تو یہ مال کی خرید و فروخت میں ایک مؤثر ذریعہ ہے جسے حاجت الی الناس کیلئے خرید و فروخت کا ایک حصہ بنا دیا گیا ہے لہذا عقد مضاربت کے مطابق آڑھتی اور مالک دونوں خرید و فروخت سے حاصل شدہ نفع کی شرح مقرر کر لیں کہ 50٪ فیصد نفع ہو تو یہ نفع ہم دونوں کے درمیان ۱/۴ کے حساب سے تقسیم ہو گا یعنی ۱/۴ آڑھتی کو اور بقیہ تین حصے مالک کو ملیں گے اور اگر نفع

[۱] قرۃ میون الاخیار علی الدر المختار ج: ۱۱ ص: ۴۴۵، ۴۴۶ مطبوعہ مکتبہ حقانیہ پشاور

75٪ فیصد ہو تو یہ نفع ہم دونوں کے درمیان ۱/۳ کے حساب سے تقسیم ہو گا ایک حصہ آڑھتی کا اور بقیہ دو حصے مالک کو ملیں گے علیٰ ہذا القیاس اسی حساب سے کوئی بھی نفع کا طریقہ وضع کیا جاسکتا ہے لیکن اس میں بھی یہ جائز نہیں ہو گا کہ عقد مضاربت توکل مال یا نصف مال پر واقع ہو لیکن آڑھتی فی کلو یا فی بوری کے حساب سے نفع حاصل کرنا شروع کر دے کیونکہ مالک کا مقصد تمام مال یا نصف مال کی صورت میں اسی حساب سے مال کا نفع ہوتا ہے اس سے کم نہیں۔

آڑھتی نظام میں ایک خرابی یہ بھی ہوتی ہے کہ آڑھتی (کمیشن ایجنٹ) جب اپنے منشی کو سودے کی بولی لگانے کے لیے بھیجتا ہے تو منڈی میں اس منشی کے ساتھ آپ دیکھیں گے کہ ایک شخص گلے میں تھیلا نما کپڑا باندھے اس منشی کے ساتھ گھوم رہا ہوتا ہے۔ چونکہ آڑھتی خود اور سبزی، فروٹ کا مالک آڑھت میں بیٹھے ہوتے ہیں اور مالک کا سامان باہر منشی کی سپرد داری ہوتا ہے۔ جب منشی بولی شروع کرتا ہے لوگ ارد گرد سے بولی لگا کر جب فارغ ہوتے ہیں تو منشی صاحب خریدار کا نام اپنے ہاتھ میں تھامے کاغذ پر لکھ کر جو نبی آگے بڑھتا ہے تو اس بیچے ہوئے سامان سے کچھ عمدہ دانے فروٹ یا سبزی کے اٹھا کر اس تھیلے والے شخص کے تھیلے میں ڈال دیتا ہے۔ سامان خریدنے والا بقیہ سامان کو اٹھاتا ہے اور پیسے آڑھتی کو ادا کر دیتا ہے۔ ادھر منشی صاحب اور تھیلے والے صاحب اسی طریقے کے مطابق پانچ دس بولیاں لگا کر جب آڑھتی کے پاس واپس پلٹتے ہیں تو تھیلا خوب بھرا ہوتا ہے پھر اس تھیلے والے پھل کو منشی، آڑھتی اور تھیلے والے کے درمیان تقسیم کیا جاتا ہے۔ کبھی وہ پھل، سبزی اس قدر بھی زیادہ ہو جاتی ہے کہ اس کی بھی بولی لگا کر پیسے آپس میں تقسیم کر دیے جاتے ہیں۔ آڑھتی لوگ اس تھیلے میں ڈالے جانے والے پھل اور سبزی کو ”ڈالی“ کا نام دیتے ہیں۔

کلمات دعائیہ

آخر میں بندہ اپنے والدین، اساتذہ و مشائخ کے لیے دعا گو ہے کہ
اللہ تعالیٰ ان کو صحت اور غا تمہ بالا یمان کی دولت عطا فرمائے۔

خصوصاً میرے پیارے ماموں جان

استاذ العلماء فضیلۃ الشیخ

صاحبزادہ میاں غلیل احمد مرتضائی حفظہ اللہ تعالیٰ

(صدر مدرس و مہتمم جامعہ مرتضائیہ قلعہ شریف ضلع شیخوپورہ)

کو اللہ تعالیٰ صحت کاملہ عطا فرمائے

اور

آن کا سایہ تادیر ہم پر قائم رکھے۔

آمین بجاہ مید المرسلین رضی اللہ عنہم

طالب دعا

ابوالحسن محمد

الشہیر

ضمیمہ احمد مرتضائی غفرلہ الباری

اس صورت کے بارے حکم شرعی یہ ہے کہ ایسا کرنا ناجائز ہے کیونکہ جو ”ذالی“ یہ حضرات اٹھاتے ہیں تو اس کے عوض کچھ بھی ادا نہیں کرتے جبکہ مالک آزمتی حضرات کو اپنا مال کسی عوض کے حصول کے لیے دیتا ہے محض نیکیشن مقرر کرنا چونکہ جائز نہیں جب تک اسے اجارہ یا مضاربت میں نہ ڈھالا جائے۔ سو اجارہ یا مضاربت وہ الگ سے مقرر ہوتا ہے اسی مال سے بغیر عوض کے نیکیشن کی صورت میں نہیں ہوتا۔ لہذا یہ مال لینا ناجائز ہے اور امانت میں بے جا تصرف کرنا ہے جو جائز نہیں ہے۔

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ وہ ذات ہمیں لقمہ حلال کھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین بجاہ مید المرسلین رضی اللہ عنہم

واللہ اعلم بالصواب

فقہ

ضمیمہ احمد مرتضائی غفرلہ الباری

شعبہ دارالافتاء جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

3-11-2014

بمطابق ۱۰ محرم الحرام ۱۴۳۶ھ یوم الثلاثاء

الجواب صحیح
دفعہ (۱) محمد بن محمد
دارالافتاء جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور
۱۵-۱۱-۱۴
دارالافتاء
جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

قَدْ أَفْلَحَ الْمُؤْمِنُونَ ﴿١﴾ الَّذِينَ هُمْ فِي صَلَاتِهِمْ خَاشِعُونَ ﴿٢﴾ (المؤمنون)
ترجمہ: "یقیناً ایمان والے کامیاب ہوئے جو اپنی نمازوں میں عاجزی (اور اطمینان قلبی سے عبادت) کرتے ہیں۔"

دوران نماز موبائل فون بند کرنے اور موبائل فون سے متعلق
کئی ایک مت فے مسائل پر عمدہ تحقیق

موسوم بہ

موبائل فون اور شرعی مسائل و دلائل

قرآن و حدیث اور مفسرین کرام و فقہاء عظام کے اقوال و دلائل کی روشنی میں نماز میں موبائل فون بند کرنے کے بارے "عمل کثیر" پر اعلیٰ تحقیق کا بیان اور اس کے ساتھ ساتھ موبائل فون سے نکاح و طلاق کے مسائل، وقف بجلی سے موبائل فون چارج کرنے کے مسائل، ایڈوانس لوڈ کے جواز اور کئی ایک فوائد پر مشتمل جامع تحقیق

از قلم
استاذ العلماء مفتی ضمیر احمد مرتضائی حفظہ اللہ تعالیٰ

فاضل جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور
متخصص فی الفقہ الاسلامی جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو، لاہور

مسلم کتابوی

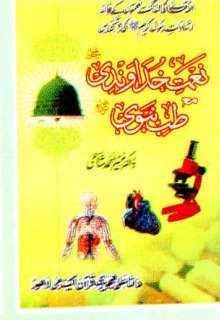
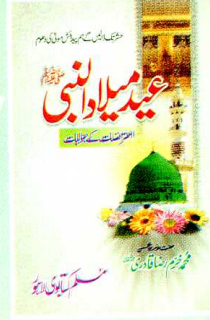
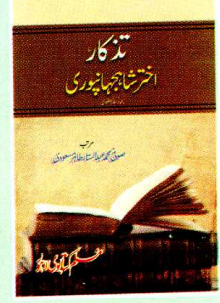
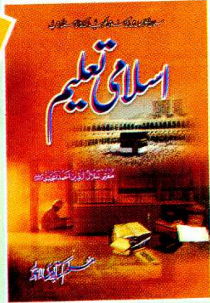
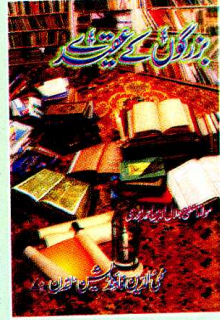
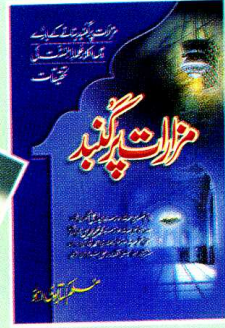
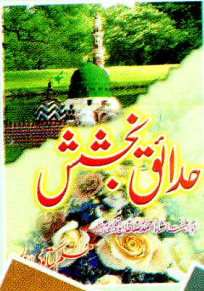
در بار مارکیٹ، گنج بخش روڈ، لاہور 042-37225605

Email: muslimkitabevi@gmail.com

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>

قابل مطالعہ کتابیں



مسلم کتابی
داتا دار مارکیٹ گنج بخش روڈ، لاہور
042-37225605

Email: muslimkitabevi@gmail.com

Click For More Books

<https://archive.org/details/@zohaibhasanattari>